Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۳ | مارچ سنہ ۱۹۲۴ء مطابق رجب المرجب ۱۳۴۲ھ | جلد ۲۳

چندہ سالانہ ہندوستان میں ... تین روپے

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وی پی واپس کرنیوالے

ہم نے ماہ فروری ۱۹۲۴ء کا رسالہ تمام خریداران ریویو آف ریلیجز کے نام وی پی کیا تھا۔ ان میں سے جن دوستوں نے وی پی واپس کر دیئے ان کے نام دیجز ان کے جن کے ذمے ۱۹۲۳ء کا چندہ تاحال باقی ہے) رسالہ بند نہیں کیا گیا بلکہ واپس آمدہ رسالہ دوبارہ بھیجدیا گیا ہے۔ اور اس طرح پر ہم کا نقصان وی پی وغیرہ کارخانے نے برداشت کر لیا ہے ہمارا سلوک دیکھئے اور اپنا طرز عمل۔ امید ہے کہ رسالہ کی سالانہ قیمت مع حرجانہ خود بخود بذریعہ منی آرڈر بھجوا دینگے۔

رسالہ کی اشاعت بہت کم ہے۔ نہایت کفایت سے کیئے گئے۔ اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے۔ اسلئے احباب پوری توجہ سے اس اپیل کی طرف دھیان دیں جو ہمارے آقا و پیشوا حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں آخر صفحہ پر درج ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ احباب کو اطلاع ہو۔ کہ تشحیذ الاذہان کے گذشتہ فائل جنمیں ہر مذہب کے متعلق بیش بہا ذخیرہ ہے تھوڑے سے رہ گئے ہیں۔ جس صاحب نے منگوانے ہوں منگوالیں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۱ء تک کے موجود ہیں۔ رسالہ التشریح الصحیح نزول المسیح۔ نہایت مکمل رسالہ مسئلہ نزول مسیح پر وہ بھی منگوا لیجئے قیمت ۱؎ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی پر مکمل بحث ۱؎ مباحثہ سرگودھا مابین سید محمد اسحق صاحب و ثناء اللہ ۱؎

کتاب منہج المصلی } ضخامت ۵۴۴ صفحے قیمت مع محصولڈاک للعہ منہج المصلی۔ اس کتاب کا مجموعہ فتاوی احمدیہ جلد اول } یہ الہامی نام ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول و ثانی علیہم السلام کے فتوے بترتیب ابواب فقہ درج ہیں۔ فتوی کا حوالہ و ماخذ درج ہے تھوڑے نسخے شائع ہوئے ہیں۔

کتاب اسرار شریعت } ضخامت ۹۶۴ صفحے۔ قیمت مع محصولڈاک عہ۸۔ اس کتاب میں ہر سہ جلد } ساری اسلامی فقہ کے اسرار ترتیب وار بیان کر کے ہر مسئلہ متعلقہ کے بارہ میں آریہ۔ عیسائیوں۔ دہریوں وغیرہ کے اعتراضات کے جوابات مہذبانہ لکھے ہیں۔

اردو ترجمہ فتوحات مکیہ:- ہر سہ باب کامل ضخامت ۵۰۸ صفحے قیمت مع محصولڈاک ۱۲؎ اس کتاب کے مؤلف حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے ساتویں صدی ہجری میں اسلامی فلسفہ و علم تصوف کو زندہ کیا تھا۔ اس کتب مذکورہ بالا کے ملنے کے لئے پتہ ذیل پر درخواست کریں۔

مولوی محمد فضل خاں ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی پنجاب

خط و کتابت کا پتہ:- مینجر اردو ریویو آف ریلیجز قادیان۔ اردو کا لفظ ضرور لکھنا چاہیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہندو مسلم اتحاد کے متعلق چند عملی تجاویز

"گذشتہ نومبر میں امام جماعت احمدیہ کی ملاقات ہز اکسیلنسی گورنر پنجاب سے ہوئی۔ اس میں صوبہ کے امن اور مختلف قوموں کے تعلقات کے متعلق جو گفتگو ہوئی اور من بعد ہز اکسیلنسی گورنر پنجاب کی خواہش کے مطابق جو تجاویز تحریری صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح کے بھجوائیں ان میں سے چند تجاویز درج ذیل ہیں" (ایڈیٹر)

اس وقت ہندو مسلمانوں میں سخت فتنہ اور فساد ہے جو دو قسم کا ہے ایک سیاسی اور ایک مذہبی۔

اسی فتنہ اور فساد کو دیکھ کر مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ ان کو اپنی حیات کے قیام کے لئے کسی اور مددگار کی ضرورت ہے۔

لیکن باوجود اس احساس کے وہ گورنمنٹ کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ ان کو خیال ہے خواہ غلط طور پر خواہ بعض وجوہ سے کہ گورنمنٹ ان کی مشکلات میں ان سے ہمدردی نہیں رکھتی اور ہندوؤں کو ان پر ترجیح دیتی ہے۔

پس میں مندرجہ ذیل امور گورنمنٹ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے مذہبی اور ملکی بے چینی بھی دور ہو سکتی ہے اور گورنمنٹ کی طاقت بھی مضبوط ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی دلجوئی بھی ہو جاتی ہے ملکی امن کے قیام اور مسلمانوں کی دلجوئی کے لئے گورنمنٹ کو مندرجہ ذیل طریق اختیار کرنے چاہئیں۔

اس شبہ کو جو مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو گیا ہے کہ گورنمنٹ ہندوؤں کی طرفداری کرتی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس طرح دُور کیا جائے کہ ہز اکسیلنسی کسی تقریب پر اس خیال کو رد کر دیں اور بتا دیں کہ گورنمنٹ کے نزدیک سب رعایا یکساں ہے ایسا شبہ بالکل باطل ہے گورنمنٹ ہر مظلوم کی جو خواہ کسی مذہب کا ہو مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔

مسلمانوں کے جائز حقوق ان کو دلائے جائیں۔ اس وقت کالجوں میں خصوصاً ٹکنیکل کالجوں میں یونیورسٹی میں۔ ملازمتوں میں لوکل سلف گورنمنٹ میں مسلمانوں کو اپنی تعداد کے لحاظ سے بہت کم جگہ ملی ہے۔ گورنمنٹ کو کچھ مدت سے ادھر خیال ہے۔ مگر ابھی بڑی اصلاح کی ضرورت ہے تعلیمی راستوں کے بند ہونے سے اس وقت زمینداروں پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے جو تعلیم کی طرف بعد میں متوجہ ہوئے ہیں اور راستے بند پا کر سخت غم و غصہ کی حالت میں ہیں۔

گورنمنٹ موجودہ قومی جھگڑوں کے متعلق پہلے مسلمانوں کے مختلف خیالات کے نمائندوں سے مل کر ان کی شکایات سُنے۔ اور پھر ہندوؤں سے۔ پھر دونو فریق کے لوگوں کو جمع کر کے ان میں صلح کرانے کی کوشش کرے۔

مذہبی بے چینی کو دُور کرنے کے لئے میرے نزدیک یہ تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔

الف۔ مذہبی جھگڑوں میں دخل اندازی کے قانون کو زیادہ واضح کیا جائے۔ اب تک اس قانون کو خود حکام بھی نہیں سمجھتے۔ کوئی افسر کسی طرح کر رہا ہے کوئی کسی طرح۔ بہتر طریق یہ ہو گا کہ مذہبی بے چینی پھیلانے کے جرم کو حکومت کے خلاف بے چینی کے جرم سے الگ کر دیا جائے اور مذہبی حصہ کو زیادہ قیود سے مقید کیا جائے۔

غیر مقید ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت کئی لوگ باوجود سخت سے سخت شورش پھیلانے کے آزاد ہیں اور بعض لوگ باوجود دیانت دارانہ کوشش کے کہ اس کی زد میں نہ آویں پھنس گئے ہیں۔

ب۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ گورنمنٹ اس قانون کو بالکل استعمال نہیں کرتی۔ دوسرے وقت میں اچانک اس کو استعمال کرنے لگتی ہے۔ اس سے لوگوں میں بے چینی پیدا ہوتی ہے چاہیئے کہ ایسے وقت میں پہلے ایک کمیونیک شائع کر دی جائے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ نہ رکیں ان کے خلاف گورنمنٹ کوئی کارروائی کرے۔

ج۔ کسی شخص کے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے گورنمنٹ ان امور کو مدِنظر رکھے۔ (۱) مصنف یا مقرر کسی ایسی کتاب یا تقریر کا جواب دے رہا ہے جو باوجود اشتعال آمیز ہونیکے گورنمنٹ کی سرزنش سے بچ رہی ہے اور اس کی تصنیف بھی ضبط نہیں کی گئی (۲) جواب دینے والا صرف جواب پر اکتفا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتا ہے اور نئی بات نہیں پیدا کرتا۔ ان دونو صورتوں میں مصنّف یا مقرر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قانون کا نفاذ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے دوسرے فریق کو مقدمہ چلانے کی اجازت نہیں پس اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کے اشتعال کا باعث یہ ہے کہ اسپر حملہ کرنے والے کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

د۔ صرف مصنّف کے خلاف کارروائی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اسکی تصنیف بھی ضبط ہونی چاہیئے۔

ھ۔ صوبوں میں تعاون ہونا چاہیئے اب یہ ہے کہ ایک صوبہ میں سخت اشتعال انگیز کتب چھپ رہی ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا دوسرے صوبہ میں اس سے کم سخت تحریروں پر گرفت ہوتی ہے حالانکہ فساد کتب یا اخبار کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے نہ مطبع کے جائے وقوع سے۔ یہ امر بھی طبائع میں بہت سا جوش پیدا کرنے کا موجب ہے۔

و۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ ہونا چاہیئے کہ جو صوبہ کوئی کارروائی ضروری سمجھتا ہے وہ علاوہ اپنے علاقہ کے مصنّفین کے خلاف کارروائی کرنے کے ان کتب اور ٹریکٹوں اور اخبارات کی اشاعت کو بھی روک دے جو دوسرے صوبوں سے آتے ہوں اور ان میں اشتعال انگیز تحریریں ہوں تاکہ اصل غرض پوری ہو۔

ز۔ چونکہ فساد سیاسی نہیں بلکہ مذہبی بحث کے بے جا طول کا نتیجہ ہے۔ طلب معافی اور ضبطی تحریر پر معاف کر دینا چاہیئے۔

ح۔ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے مذہبی تحریروں میں اس قدر تیزی ہی نہ پیدا ہو سکے اور وہ تدابیر یہ ہیں۔

(۱) یہ قانون پاس کیا جائے کہ کوئی شخص دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے بلکہ صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔

(۲) اگر یہ نہ ہو تو قانون میں اس قدر تبدیلی ضرور کر دی جائے کہ ایسا حملہ دوسرے مذہب پر نہ کرے جو خود اس کے مذہب پر پڑتا ہو کیونکہ ان اصول پر اعتراض کرنا جو خود اسکے مذہب پر پائے جاتے ہیں بتاتا ہے۔ کہ اصل غرض مصنّف یا مقرر کی صرف فساد اور اشتعال اور تضحیک تھی۔

(۳) اگر یہ بھی مناسب نہ سمجھا جائے تو گورنمنٹ مختلف مذاہب کے لوگوں سے مشورہ کرکے انکی معتبر کتب کی فہرست ان سے لیلے اور پھر یہ فیصلہ کر دے کہ ان کتب کے باہر صرف قصوں اور روایتوں کی بنا پر کوئی شخص دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے اس کی مسلّمہ کتب کی بنا پر حملہ کرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سے بھی بہت سے جھگڑے مٹ جائینگے کیونکہ زیادہ تر اشتعال اسی سے پیدا ہوتا ہے کہ معتبر کتب کو چھوڑ کر قصوں اور کہانیوں کی بنا پر اعتراض کیئے جاتے ہیں۔

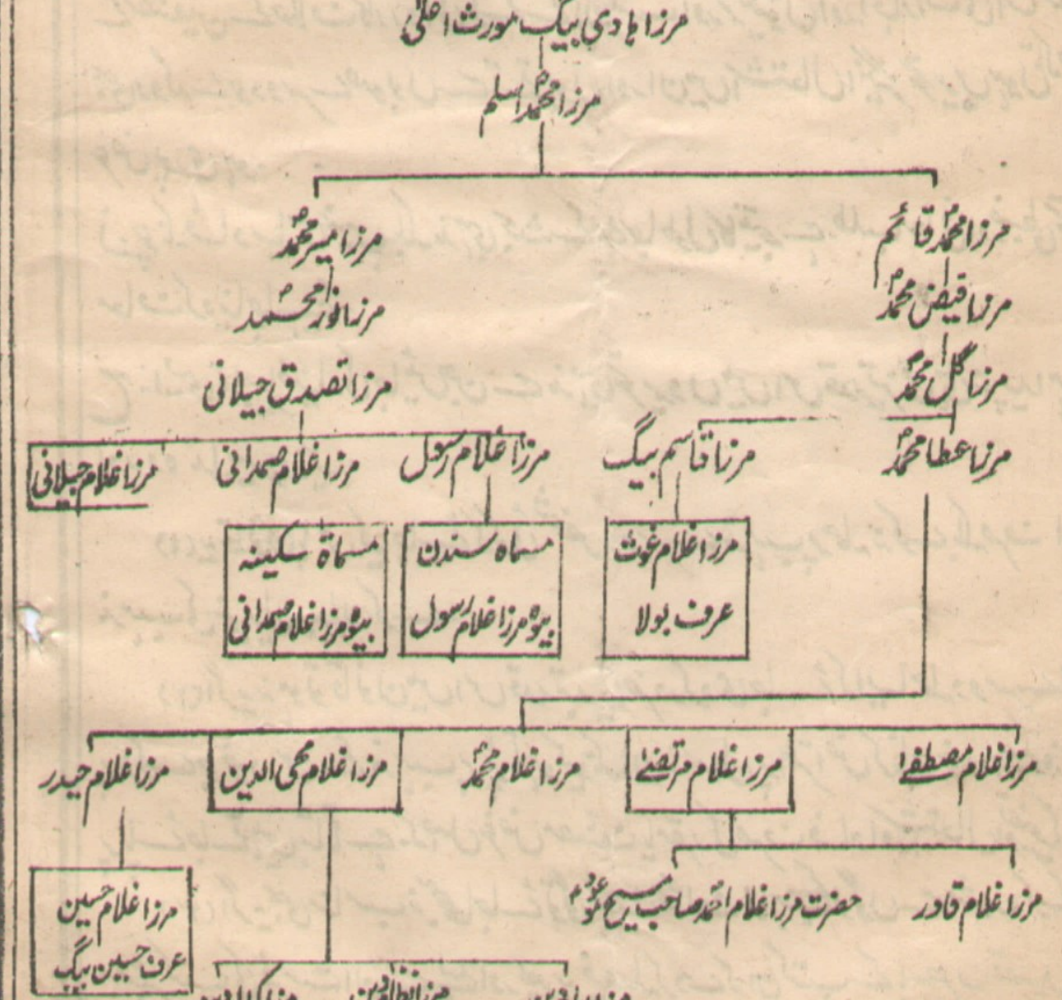
گو قانونی سوال لوکل گورنمنٹ سے تعلق نہیں رکھتا لیکن وہ اس کے متعلق مرکزی گورنمنٹ کو توجہ دلاسکتی ہے۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ ان تدابیر پر عمل کرنے سے گورنمنٹ مضبوط ہوسکتی ہے۔ امن قائم ہوسکتا ہے اور آئندہ شورشوں کا انسداد ہوسکتا ہے۔

الہام ینقطع من آبائک ویبدء منک[1] کس صفائی سے پورا ہوا

(نوشتہ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

ہمارے خاندان کا سنہ ۱۸۶۵ء کے قریب کا شجرہ درج ذیل ہے:-



جن اسماء کے گرد چوکور خطوط دکھائے گئے ہیں وہ ان لوگوں کے نام ہیں جو سنہ ۱۸۶۵ء میں قادیان میں حصہ دار

[1] تیرے آباء سے نسل منقطع ہوگی اور تجھ سے شروع ہوگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

درج تھے۔ قادیان کی کُل ملکیت پانچ حصّوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ دو حصّے اولاد مرزا تصدق جیلانی کو آئے تھے اور دو حصّے اولاد مرزا گل محمد صاحب کو اور ایک حصّہ خاص مرزا غلام مرتضےٰ صاحب کو بحیثیت منصرم کے آیا تھا جو بعد میں صرف ان کی اولاد میں تقسیم ہُوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے دادا صاحب کی وفات کے بعد غیر قابض شرکاء نے مرزا امام دین وغیرہ کی فتنہ پردازی سے ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب پر دخلیابی جائداد کا دعویٰ دائر کر دیا اور بالآخر چیف کورٹ سے تایا صاحب کے خلاف فیصلہ ہُوا۔ اس کے بعد پسران مرزا تصدق جیلانی اور مرزا غلام غوث ولد مرزا قاسم بیگ کا حصّہ تو اس سمجھوتے کے مطابق جو پہلے سے ہوچکا تھا مرزا اعظم بیگ لاہوری نے خرید لیا جس نے مقدمہ کا سارا خرچ اسی غرض سے برداشت کیا تھا اور پسران مرزا غلام محی الدین صاحب اپنے اپنے حصّہ پر خود قابض ہوگئے۔ مرزا غلام حسین کی چونکہ نسل نہیں چلی اس لئے ان کا حصّہ پسران مرزا غلام مرتضیٰ صاحب و پسران مرزا غلام محی الدین کو آگیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت مرزا تصدق جیلانی اور مرزا قاسم بیگ کی تمام شاخ معدوم ہوچکی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مرزا غلام حیدر کی بھی شاخ معدوم ہے۔ ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب اور مرزا امام الدین اور مرزا کمال الدین بھی لاولد فوت ہوئے۔ ہاں مرزا نظام الدین کا ایک لڑکا مرزا گل محمد موجود ہے مگر وہ احمدی ہو کر حضرت صاحبؑ کی روحانی اولاد میں داخل ہوچکا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ۔ ینقطع من اٰبائك ویبدء منك۔ اور یہ الہام اس وقت کا ہے جب آپ کے شجرہ خاندانی کی یہ تمام شاخیں سرسبز تھیں۔

محمدی بیگم والی پیشگوئی

اب واقعہ یوں ہُوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اور چچازاد بھائی مرزا غلام حسین تھا جو عرصے سے مفقود الخبر ہوچکا تھا اور اس کی جائداد اس کی بیوی امام بی بی کے نام ہوچکی تھی۔ یہ امام بی بی کے نام ہوچکی تھی۔ یہ امام بی بی مرزا احمد بیگ مذکور کی بہن تھی۔ اب مرزا احمد بیگ کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مسماۃ امام بی بی اپنی جائداد اس کے لڑکے مرزا محمد بیگ برادر کلاں محمدی بیگم کے نام ہبہ کر دے لیکن قانوناً امام بی بی اس جائداد کا ہبہ بنام محمد بیگ مذکور بلا رضامندی حضرت مسیح موعودؑ نہ کر سکتی تھی اس لئے مرزا احمد بیگ بتمام عجز و انکساری حضرت مسیح موعودؑ کی طرف ملتجی ہُوا کہ آپ ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؑ قریباً تیار ہوگئے لیکن پھر اس خیال سے رُک گئے کہ دریں بارہ مسنون استخارہ کر لینا ضروری ہے چنانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ نے مرزا احمد بیگ کو یہی جواب دیا کہ میں استخارہ کرنے کے بعد دستخط کرنے ہونگے تو کر دونگا۔ چنانچہ اس کے بعد مرزا احمد بیگ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کے دکھانے کا وقت آن پہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ استخارہ کے جواب میں خداوند تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے یہ فرمایا کہ "اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اسی شرط سے کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئینگے"۔

محمدی بیگم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چچا زاد بہن عمر النساء کی لڑکی ہے یعنی مرزا نظام الدین و مرزا امام الدین وغیرہ کی حقیقی بھانجی ہے۔ ہماری طائی یعنی بیوہ مرزا غلام قادر صاحب محمدی بیگم کی سگی خالہ ہیں گویا مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری جو محمدی بیگم کا والد تھا مرزا امام الدین وغیرہ کا بہنوئی تھا اس کے علاوہ اور بھی رشتہ داریاں تھیں مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی حقیقی ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے بڑے بھائی مرزا محمد بیگ کے ساتھ بیاہی گئی تھیں مگر وہ جلد فوت ہو گیا۔ یہ بہت پرانی بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ تمام رشتہ دار پرلے درجہ کے بے دین اور لامذہب تھے اور اسلام سے ان کو کوئی واسطہ نہیں تھا بلکہ شریعت کی ہتک کرتے تھے۔ حضرت صاحب نے ان کی یہ حالت دیکھ کر خدا کی طرف توجہ کی کہ ان کے لئے کوئی نشان ظاہر ہو تا ان کی اصلاح ہو یا کوئی فیصلہ ہو۔ سو خدا نے فرمایا کہ احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کے لئے سلسلہ جنبانی کر اگر انہوں نے منظور کر لیا اور اس لڑکی کی تیرے ساتھ شادی کر دی تو پھر یہ لوگ برکتوں سے حصہ پائینگے اگر انہوں نے انکار کیا تو پھر ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائینگے اور خاص لڑکی کے والد کے متعلق فرمایا کہ وہ تین سال کے اندر بلکہ بہت جلدی مر جائیگا اور جس شخص کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہوگا وہ بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائیگا۔ ان دو موخر الذکر شخصوں کے متعلق جس طرح اللہ کا نشان پورا ہوا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں متعدد جگہ درج ہے یعنی احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح کے صرف چند ماہ بعد پیشگوئی کے مطابق اس جہان سے رخصت ہوا اور مرزا سلطان محمد جس سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان لوگوں نے محمدی بیگم کی شادی کروا دی تھی خدا کے عذاب سے خوف زدہ ہوا اور اس کے کئی رشتہ داروں کی طرف سے حضرت صاحبؑ کے پاس عجز و نیاز کے خطوط آئے چنانچہ اس کا اپنا خط بھی جس میں اس نے حضرت صاحبؑ کے متعلق عقیدت کا اظہار کیا ہے رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ چکا ہے اس لئے سنت اللہ کے مطابق اس سے وہ عذاب ٹل گیا۔ باقی رشتہ داروں کے متعلق جو عام پیشگوئی تھی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے گھر جو پیشگوئی کے وقت مردوں سے بھرے ہوئے تھے بالکل خالی ہو گئے۔ اور اب اس تمام خاندان میں سوائے ایک بچے کے اور کوئی مرد نہیں اور وہ بچہ بھی احمدی ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مرزا امام الدین کی لڑکی بھی عرصہ ہوا احمدی ہو چکی ہے۔ پھر محمدی بیگم کی ماں یعنی بیوہ مرزا احمد بیگ اور مرزا احمد بیگ کا پوتا اور ہماری طائی یعنی محمدی بیگم کی خالہ سب سلسلہ بیعت میں داخل ہو چکے ہیں نیز محمدی بیگم کی سگی ہمشیرہ بھی احمدی ہو گئی تھی مگر اب فوت ہو چکی ہے ان کے علاوہ اور کئی رشتہ دار بھی احمدی ہو چکے ہیں اور جو سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ بھی مخالفت ترک کر چکے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام کہ ہم اس گھر میں کچھ حسنی طریق پر داخل ہونگے اور کچھ حسینی طریق پر۔ اپنی پوری شان میں پورا ہوا۔

عمر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے عزیزم مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے افسر ڈاک کی معرفت مرزا سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ کی پیدائش کس سال کی ہے؟ تو انہوں نے کہا مجھے اچھی طرح سے معلوم نہیں۔ بعض کاغذوں میں تو سنہ ۱۸۶۴ء لکھا ہے۔ مگر ہندو پنڈت مجھے کہتا تھا کہ میری پیدائش سمت ۱۹۱۳ بکرمی کی ہے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ آجکل سمت ۱۹۷۹ بکرمی ہے) اور میں نے سنا ہے کہ والد صاحب کی عمر میری ولادت کے وقت کم و بیش اٹھارہ سال کی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے سمت ۱۹۱۳ بکرمی والی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ دوسرے قرائن اس کے مؤید ہیں۔ نیز یہ بات بھی کہ ہندو عموماً جنم پتری کی حفاظت میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے مرزا سلطان احمد صاحب کی پیدائش سنہ ۱۸۵۶ء کے قریب کی بنتی ہے۔ اور اگر اس وقت حضرت صاحبؑ کی عمر اٹھارہ سال سمجھی جاوے تو آپؑ کا سن ولادت وہی سنہ ۱۸۳۸ء کے قریب پہنچتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سنہ ۱۸۳۶ء والی روایت صحیح ہے۔ اس کا ایک اور بھی ثبوت ہے اور وہ یہ کہ حضرت صاحب نے لکھا ہے (دیکھو التبلیغ آئینہ کمالات اسلام) اور بیان بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ فرمایا کرتی تھیں کہ ہمارے خاندان کے مصیبت کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دن تیری ولادت کے ساتھ پھر گئے تھے اور فراخی میسر آگئی تھی اور اسی لئے وہ میری پیدائش کو مبارک سمجھا کرتی تھیں۔ اب یہ قطعی طور پر یقینی ہے کہ راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہی خاندان کے مصائب کے دن دور ہو کر فراخی شروع ہو گئی تھی اور قادیان اور اُس کے ارد گرد کے بعض مواضعات دادا صاحب کو راجہ رنجیت سنگھ نے بحال کر دیئے تھے اور اپنے ماتحت دادا صاحب کو معزز فوجی عہدہ بھی دیا تھا اور راجہ کے ماتحت دادا صاحب نے بعض فوجی خدمات بھی سر انجام دی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت صاحبؑ کی پیدائش بہر حال راجہ رنجیت سنگھ کی موت یعنی سنہ ۱۸۳۹ء سے کچھ عرصہ پہلے ماننی پڑیگی۔ لہٰذا اس طرح بھی سنہ ۱۸۳۶ء والی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ وھو المراد۔ اور جو حضرت صاحبؑ نے سنہ ۱۸۳۹ء لکھا ہے اس کو خود آپکی دوسری تحریریں رد کر رہی ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آپ نے سنہ ۱۹۰۵ء میں اپنی عمر ۷۰ سال بیان کی ہے اور وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمام اندازے ہیں۔ صحیح علم صرف خدا کو ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میری تحقیق میں اوائل سنہ ۱۲۵۲ھ میں آپکی ولادت ہوئی تھی اور وفات سنہ ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ واللہ اعلم ۔

بیان کیا مجھ سے میاں فخر الدین صاحب ملتانی نے کہ مَیں ایک دو اور دوستوں کے ساتھ بٹالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی سے ملنے گیا۔ مَیں نے کہا آپ اور حضرت مرزا صاحبؑ ہم عمر ہی ہوں گے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ نہیں مرزا صاحب مجھ سے تین چار سال بڑے تھے۔ مَیں نے سادگی کا چہرہ بنا کر پوچھا کہ مولوی صاحب آپکی اس وقت کیا عمر ہے؟ مولوی میرے داؤ کو نہ سمجھا اور بولا کہ ۷۳۔۷۴ سال کی ہے۔ مَیں نے دل میں الحمد للہ کہا اور جلدی ہی گفتگو ختم کر کے اُٹھ آیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں فخر الدین صاحب مذکور نے خدا کی قسم کھا کر یہ روایت بیان کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد حسین نے اپنے اُس خط میں جس کی اشاعت آئینہ کمالات میں ہو چکی ہے اپنی پیدائش کی تاریخ ۱۷ محرم سنہ ۱۲۵۶ھ بیان کی ہے۔ اس طرح اگر حضرت صاحبؑ کو مولوی محمد حسین سے چار سال بڑا مانا جاوے تو آپؑ کی تاریخ پیدائش سنہ ۱۲۵۲ھ بنتی ہے ۔

سیرۃ المہدی :۔ مندرجہ بالا روایات کتاب سیرۃ المہدی سے نقل کی گئی ہیں جس میں حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے خاندان و جماعت کے حالات پر مشتمل بہت سی عجیب و غریب روایات درج ہیں ایک ایک روایت ایمان کو تازہ کرنے والی حقائق و معارف کا خزینہ ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ہم وابستگان دامن مسیح موعودؑ پر بہت بڑا احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی بہت سی مجلدات تیار کرنے کی توفیق دے۔ قیمت دو روپے (عہ) کتاب گھر قادیان سے منگوائیں ۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

اِسلامی قادرِ مطلق اور آریہ سرب شکتیمان

احمدی جوابات

اعتراض اوّل کا جواب یہ ہے کہ خدا کا چاہنا ان ممکن الوجود ہستیوں کے لئے ہے جن کو پیدا کرنے کی قدرت اس میں ہے۔ جیسے ایک شخص جس کو آئندہ ہونے والے حالات کا علم ہو تو وہ قبل از وقت ان حالات کے مطابق انتظام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یا جیسے کہ ایک مرد جس کی ابھی شادی ہو آئندہ پیدا ہونے والے بچوں کے لئے کچھ اہتمام کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس وہ مالک جس کی قدرت سے آن واحد میں یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے اور ایسے ہی ہزاروں عالم وہ پیدا کر سکتا ہے۔ اور تمام مخلوق جس کی عیال ہے وہ اپنے ہونے والے عیال کے لئے ارادہ فرماتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ وہ کیوں چاہتا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کا ارادہ خود علّت ہے جس کی آگے کوئی علّت نہیں ہے۔ پس یہ سوال ہی غلط ہے کہ وہ کیوں چاہتا ہے۔ بھلا اگر آریوں سے کوئی پوچھے کہ وہ کیوں دیکھتا ہے اور کیوں سُنتا ہے تو آریہ کیا جواب دینگے یہی کہ دیکھنا اور سُننا اس کا سبھاوک گن ہے۔ اس لئے وہ ایسا کرتا ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ ارادہ اس کا اس کی ایک صفت ہے۔ اس لئے وہ اس کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چاہنا چاہنے والے کے اندر نقص کا ثبوت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چاہنا وہ نقص ہے جسپر چاہنے والے کو قدرت نہ ہو جس ارادہ کو صاحب ارادہ پورا کر سکے وہ ارادہ صاحب ارادہ کی ذات کے لئے نقص نہیں۔

پیاسے کو پیاس کی وجہ سے پانی کی خواہش کی مثال صحیح نہیں کیونکہ پیاسا اپنی پیاس پر قادر نہیں ہوتا بلکہ پیاس پیاسے پر غالب ہوتی ہے۔ اور اس کی کو پیاسہ غیر کی مدد سے (یعنی پانی سے) بجھالیتا ہے اور بلاشبہ پیاس پیاسے کے فانی ہونے کی دلیل ہے لیکن مَیں نہیں سمجھتا کہ اس مثال کا خدا تعالیٰ کی ذات سے کیا تعلق ہے۔ کیونکہ ہم مسلمان خدا تعالیٰ کو احتیاج سے بکلی پاک جانتے ہیں اور ہمارا مذہب ہے اِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن ہاں ہم اس کے محتاج ہیں ہماری حاجات کو وہ پورا کرتا ہے ہماری حاجات کو پورا کرنے کی خواہش یا ارادہ تو خدا کے کامل ہونیکی دلیل ہے نہ کہ اسے اُلٹا اس کے نقص کی دلیل ٹھیرایا جاوے۔ کیا آریوں کے نزدیک ان کا خدا حاجت برار نہیں اگر ہے تو غالباً آریہ صاحبان اسے ناقص ہی سمجھتے ہونگے۔ اور در اصل یہ سچ بھی ہے کیونکہ انکا پرمیشر تو برائے نام ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پرمیشور ہے اس کے ہاتھ پلے ہے ہی کیا جو وہ کسی کو دیکر ان کی حاجت براری کرے۔ اسی لئے آریہ سماجیوں نے خدا کو ارادہ سے جو ایک کمال ہے خالی مان لیا اور اپنے آپ کو اعتراض سے بچانے کے لئے الٹا مسلمانوں پر اعتراض کر دیا۔

(۳) تیسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ پیدائش کے معنی صرف ترکیب دینا ہے نہ کہ عدم سے وجود میں لانا۔ اس کا جواب صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ معنی آریوں کے نزدیک ہونگے کیونکہ انکے نزدیک اُلکا سرو شکتیمان ایشور ایک ذرہ کو بھی عدم سے وجود کا جامہ نہیں پہنا سکتا۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک صرف یہی معنی ہی نہیں بلکہ خلق کے دو معنی ہیں۔ اوّل عدم سے وجود میں لانا۔ دوم موجودہ اشیاء کو ترکیب دیکر کچھ پیدا کرنا۔

یہ کہنا کہ خدا مادہ اور روح کو ترکیب دیتا ہے جو پہلے سے موجود ہیں ایک زبانی دعویٰ ہے جس کا ثبوت خاک بھی نہیں سوائے اسکے کہ پنڈت جی کہدیں چونکہ نیست سے ہست ہو نہیں سکتا لہٰذا روح و مادہ قدیم ہے مگر اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ چونکہ خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے لہٰذا روح و مادہ حادث ہیں۔ جب آپ ثابت کرینگے کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا ہم ثابت کرینگے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

(۴) چوتھا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ خدا اگر عدم سے وجود میں لاتا ہے تو اس پر بے انصافی کا الزام آتا ہے کیونکہ پیدائش میں جو کمی بیشی نظر آتی ہے مثلاً ایک امیر ہے ایک غریب یہ سب پیدا کرنیوالے کی بے انصافی ہے لہٰذا عدم سے وجود میں لانا ناممکن ہے۔ جس طرح خدا کا مرجانا ناممکن ہے۔

اعتراض کا جواب یہ ہے مرنا تو ایک نقص ہے اور وہ خدا میں ناممکن ہے لیکن عدم سے وجود میں لانا تو سب سے بڑا کمال ہے پس نقص کے قیاس پر کمال کا انکار محض جہالت ہے۔

ہاں یہ اعتراض کہ تفاوت مراتب بلا اعمال بے انصافی ہے اور یہ خدا کے لئے جائز نہیں قابل غور ہے مگر آپ بے انصافی اور انصاف کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ بے انصافی تو یہ ہے کہ کسی کا کوئی حق ہو وہ اسے دیا نہ جاوے لیکن عدم سے وجود میں آنیوالوں کا کیا حق ہے جو انہیں نہیں دیا گیا۔ ان کی تو ہستی ہی محض فضل الٰہی ہے پھر نا انصافی کے کیا معنی۔ کیا ان کا عدم اور وجود دونو برابر ہیں۔ ہرگز نہیں وجود بمقابلہ عدم بہت بڑی شے ہے پس اس احسان الٰہی کو نا انصافی کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات بمقابلہ عدم کے وجود پانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی ممنون احسان ہے اور تفاوت مراتب کے تو صرف اتنے ہی معنی ہیں کہ کسی کو زیادہ ملا کسی کو کم لیکن ملا سب کو اور ملا بھی بلا کسی حق کے۔ اب ایک آریہ کہتا ہے کہ سب کو یکساں کیوں نہ ملا ہم کہتے ہیں ایسے سائلوں کو اگر وجود ہی نہ دیا جاتا تو کیا بے انصافی تھی۔ ہرگز نہیں۔ پس اب جبکہ وجود دیا گیا تو یہ بے انصافی کس طرح ہو گئی۔ پھر یہ بھی سوچو کہ اگر سب کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یکساں بھی بنایا جاتا تو یہ انتظام عالم کس طرح چلتا۔ امیری غریبی تو معمولی بات ہے اس سے بڑا تفرقہ مرد اور عورت کے وجود سے ظاہر ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ یہ تفرقہ نہ رکھتا تو دنیا میں سلسلہ پیدائش انسانی بند ہی ہو جاتا اور مردوں میں جو قویٰ رجولیّت ہیں وہ بھی بیکار ہوتے۔ اور بہت سی حکمتیں جو تمام مخلوقات کے نر و مادہ پیدا کیئے جانے میں قدرت نے مدِّ نظر رکھی ہیں وہ ظہور میں بھی نہ آتیں۔ اور نر و مادہ کی پُر حکمت خلقت جو خدا کے خالق ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔ مٹ جاتی۔

تعجب ہے کہ آریوں کو خدا کی ہزاروں حکمتوں اور فضلوں پر تو نظر نہیں اور ناشکری سے امیری غریبی کو ناانصافی قرار دیتے ہیں حالانکہ ایک شکرگذار بندہ تو ہر حال میں شکر کرتا ہے۔ مگر آریہ مذہب ناشکری کی تعلیم دیتا ہے جو قابلِ افسوس ہے۔

(۵) پانچواں اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ لامحدود مُکتی ناانصافی ہے اور پھر مُکتی کے نہ دائمی ہونے کو دوزخ کے دائمی نہ ہونے پر قیاس کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بریں عقل و دانش بباید گریست بھلا لامحدود سُکھ کا دیا جانا کونسا ظلم ہے جو دائمی مُکتی کو ناانصافی قرار دیا ہے۔ مہاراج خدا بنیا بقال نہیں ہے اور نہ ہی اس کے خزانوں میں کمی ہے۔ بلکہ اس کے خزانے اس قدر لامحدود ہیں کہ لامحدود مُکتی اس کے سامنے کوئی چیز ہی نہیں۔ ہاں چونکہ دائمی مُکتی دیدینے کی صورت میں آپ کے ایشور کی خدائی ہی باطل ہو جاتی ہے اس لیئے آپنے تو دائمی مُکتی کو ناانصافی قرار دیدیا تاکہ اس کا مطالبہ ہی کوئی نہ کرے اور آپکے گرو مہاراج نے بڑی عقلمندی سے لکھدیا کہ ہمیشہ کا سُکھ تو دُکھ ہو جاتا ہے جس طرح ہر روز میٹھا کھانے سے میٹھا بُرا معلوم ہونے لگ جاتا ہے٭۔

٭ حاشیہ۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۹ سمولاس نواں دفعہ ۲۲ میں سوامی دیانند صاحب نے مُکتی کے غیر دائمی ہونے کے دلائل دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

مُکتی میں بھیڑ بھاڑ | (۱) اگر مُکتی دائمی ہو تو "مُکتی کے مقام پر بھیڑ بھاڑ ہو جائیگی" (۲) "دُکھ کے احساس کے بغیر سُکھ کچھ بھی نہیں ہو سکتا جیسے کڑوا نہ ہو تو میٹھا کیا..... مثلاً کوئی آدمی میٹھا ہی کھاتا پیتا رہے تو اس کو ویسا سُکھ نہیں ہوتا جیساکہ سب قسم کے ذائقوں کے بھوگنے والے کو ہوتا ہے"۔ (۳) "اگر ایشور انتہا والے اعمال کا لا انتہا نتیجہ دیوے تو اسکا انصاف معدوم ہو جائے"۔

سُکھ کا بوجھ | (۴) "ذرا سے علم اور ذرا سی طاقت والے جیو پر لاانتہا سُکھ کا بوجھ رکھدینا ایشور کے لئے ٹھیک نہیں ہے"۔

ایشور کا دیوالہ | (۵) "مُکتی دائمی کی صورت میں ایشور کا دیوالہ نکل جائیگا کیونکہ وہ روحیں کہاں سے لائیگا"۔

مُکتی عمر قید ہے | (۶) "کیا تھوڑی کی نسبت عمر بھر کی قید۔ یا پھانسی کو کوئی سزایاب متنفس اچھا سمجھتا ہے اگر وہاں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوزخ کا اور جنّت کا یکساں قیاس کرنا بالکل غلطی ہے۔ دوزخ تو سزا کا مقام ہے اور جرم سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے اور خدا تعالیٰ قدوس ہے پس اس نے دوزخ کی سزا کو اعمال کے مطابق محدود کر دیا جیسا کہ قرآن مجید میں دوزخ کے ذکر کے ساتھ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ کہدیا ہے اور جنّت کے وعدہ کے ساتھ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ کہکر عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ساتھ لگا دیا ہے اور یہ دوزخ کے عدم دائمی ہونے پر دال ہے۔ اور آریہ مہاشوں کے تمام اعتراضات اس واضح بیان قرآنی کے مقابل فضول ہیں۔

مُکتی کو جو واپس لئے جانے پر ہمارا اعتراض تھا اس پر آریہ پنڈت نے یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح بازار سے کوئی خوردنی شے خرید لائیں اور وہ ختم ہو جاوے اسی طرح مُکتی کا زمانہ اور آنند ختم ہو جاتا ہے واپس کچھ نہیں لیا جاتا۔ یہ بھی غلط جواب ہے جو مُکتی کی حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ ہم نے بیان کیا تھا

بقیہ حاشیہ۔ (مُکتی سے) آنا نہ ہو تو عمر قید سے اتنا ہی فرق ہے کہ وہاں مزدوری نہیں کرنی پڑتی"۔

خدا کی ذات میں ملجانا سمندر میں ڈوب مرنا ہے (۷) "برہم میں لے ہونا تو سمندر میں ڈوب مرنا ہے" (ان بے علمی کی اور حقیقت سے دُور تمسخرانہ دلائل کو آریوں کے سوائے یقیناً کوئی عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی)

لطیفہ مگر ایک لطف کی بات یہ ہے کہ خود سوامی جی اس ذرا سے علم اور تھوڑی سی طاقت والے جیو پر ایک ایسا بھاری بوجھ لادتے ہیں جو انسان کے وہم و قیاس میں سما نہیں سکتا۔ سُنئے آپ فرماتے ہیں:۔

مُکتی کا زمانہ "جتنی مدّت دنیا کی چھتیس ہزار بار پیدائش اور فنا ہے اتنے عرصہ تک جیووں کو مُکتی کے آنند میں رہنا اور دُکھ کا نزدیک نہ آنا کیا چھوٹی بات ہے"۔ (نہیں سوامی جی یہ چھوٹی بات نہیں۔ مگر بوجھ بہت ہے ذرا آپ ہی حساب لگائیے کہ یہ زمانہ کتنا دراز ہے۔ آپ خود ہی بھومکا اور ستیارتھ میں فرماتے ہیں کہ دنیا کی عمر چار ارب بتیس کروڑ برس ہے اور اتنا ہی زمانہ پرلے کا ہے لہٰذا آٹھ ارب چونسٹھ کروڑ برس کا ایک دَور ہوا۔ اب ایسے چھتیس ہزار دَور کا زمانہ حسب ذیل ہے:۔

۸۶۴۰۰۰۰۰۰۰

×۳۶۰۰۰

۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

مہاراج اتنا لمبا عرصہ کا سُکھ تو ننھی سی جان کے لئے بڑا ہی بھاری بوجھ ہے وہ چار روز ایک ہی قسم کا کھانا کھانے سے بیچاری طبیعت اُکتا جاتی ہے بھلا اتنا لمبا عرصہ وہ سُکھ کیسے برداشت کر سکتی ہے اور اگر اتنا لمبا عرصہ سُکھ وہ برداشت کر سکتی ہے اور یہی سچ ہے تو پھر دائمی سُکھ وہ کیوں برداشت نہیں کر سکتی۔ سُکھ کوئی گُڑ کا نام نہیں ہے جس کے کھانے سے طبیعت اُکتا جائے بلکہ وہ ایک کیفیت ہے جس کے مختلف سامان ہیں اور جنّت میں ان سامانوں کی کوئی کمی نہیں وَلَهُمْ فِيْهَا مَا يَشْتَهُوْنَ جو کچھ جنّتی مانگینگے وہ سب کچھ میسر ہوگا۔ پھر یہ حالت کس طرح عمر قید کے برابر ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے سوامی جی کبھی جیل خانہ سے باہر آئے ہوئے تھے جو جیلخانہ تھا اسی کے تجربہ کی بنا پر ہمیشہ کی نجات کو بھی جیلخانہ قرار دیدیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مُکتی تمام گناہوں سے پاک ہونے اور وصالِ الٰہی کا نام ہے۔ اب پاکیزگی اور قربِ ایزدی کو آٹے دال کی طرح ختم ہوجانے والا سمجھنا آریہ سماج ہی کی بُدّھی میں سما سکتا ہے۔ قرآنِ پاک کی تعلیم تو یہ ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی جبتک کوئی قوم اپنی حالت کو خود بدل نہ لے خدا تعالیٰ اس حالت کو نہیں بدلتا جو اس قوم کی ہے۔ اور دنیا کا مشاہدہ یہی بتاتا ہے۔

مُکتی واپس لینے پر جہاں آٹے دال کی مثال یاد آئی تھی اگر وہاں یہ کہہ دیا جاتا کہ دیکھو جس طرح ایک شخص جو ریل میں سفر کر رہا ہو جب اس کا ٹکٹ ختم ہوجاتا ہے تو خود بخود ہی ریل سے اُتر جاتا ہے اسی طرح سفرِ عقبیٰ میں جہاں ہمارا ٹکٹ ختم ہوجاتا ہے ہم سورگ سے نکل کر دنیا کے مسافر خانے میں آجاتے ہیں تو کچھ مزید اربات بھی تھی۔ لیکن اس مثال کی صورت میں یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ ہم مکتی خانہ سے ضرور باہر آجاتے ہیں اور اگر ہم خود نہ آئیں تو نیا کاری پرماتما کسی ایک ٹکٹ کلیکٹر کو حکم دیکر اسے اس ٹرین سے اُتار دیگا۔ کیونکہ جس مہاشہ کا ٹکٹ ختم ہوگیا اب اس کا کوئی حق آگے سفر کا نہیں رہا۔ بلکہ ممکن ہے کہ وہ مہاشہ اپنی الیگیہ سے ٹرین کے لُطف کی وجہ سے اُترنا نہ چاہیں تو کچھ پینلٹی بھی ساتھ دینی پڑ جائے۔

دراصل ہمارا اعتراض یہ تھا کہ جب مُکتی نام ہی تتو گیان کا ہے جس کے ذریعہ انسان ہر آلائش سے پاک ہوکر بکلی خدا کی محبت میں فنا ہوجاتا ہے اور اسے خدا تعالیٰ کی طرف ربانی لقا کا مقام عطا کیا جاتا ہے تو اب اس مقام سے گرنے کے لئے کونسا سبب ہو سکتا ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ اعمال نیک ختم ہوگئے اور ان کا معاوضہ مل گیا۔ جس طرح ریل کا ٹکٹ ختم ہوجایا کرتا ہے اور ہم ریل سے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں ذرا غور کرو کہ تم پر حقیقت کھُل جائے۔ ریل کا سفر کسی مقام تک پہنچنے کے لئے ہوتا ہے جب ہم وہاں پہنچ گئے تو اب وہاں سے لوٹنا اس لئے تو نہیں ہو سکتا کہ ہمارا ٹکٹ ختم ہوچکا ہے بلکہ یہ تو اب ہماری مرضی پر موقوف ہے اسی طرح جب ہم اپنی روحانی منزل مقصود تک پہنچ گئے تو اب وہاں سے لوٹنا دو صورتوں میں ممکن ہے یا تو اگر ممکن ہو ہم خوشی سے سورگ سے نرک میں چلے جائیں اور یا سورگ کا مالک ہمیں نکال دے۔ اور یہ دو نو صورتیں غلط ہیں کیونکہ رحیم و کریم خدا کے قانون کے ہی یہ خلاف ہے۔

ہم نے مکتی کے بیان میں سورج کی مثال دی تھی آریہ مناظر نے اس کا رد تو کیا کرنا تھا اُلٹا ایک اور غلط پہلو لے لیا اور وہ یہ کہ کبھی اندرونی بخار کی وجہ سے ہم باوجود دھوپ میں ہونیکے بھی سردی محسوس کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس امر کا جواب ہے کیا اس کا یہ منشاء ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو لوگ نورِ مجسم ذات باری تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ اپنی روحانی آنکھوں سے کرتے ہیں اور انکا وجود ہر وقت خدا تعالیٰ کے انوار کا محل ہوتا ہے انکے اندر ابھی کوئی خبیث مادہ باقی ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس مقام سے گرا دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے اور غالباً یہی آریوں کا خیال ہوگا کیونکہ ان کے مہارشی سوامی دیانند جی جو بقول ان کے مکتی سے واپس آئے ہوئے تھے وہ بھی کہتے ہیں کہ بیج کی طرح گناہ باقی ہوتا ہے جس کی وجہ سے تنزّل ہوتا ہے۔ تو ہم پھر کہتے ہیں کہ اس خیال کے تمام لوگوں نے مکتی کی حقیقت کو جانا ہی نہیں اور یہ محض جھوٹ ہے کہ ان میں سے کوئی واپس آیا ہوا جیو ہے۔ کیا تتو گیان کا یہی خاصہ ہے کہ پھر بدی کا تخم باقی رہ جائے۔ اگر واقعی تخم بدی حق الیقین سے بھی دُور نہیں ہو سکتا تو پھر وہ تتو گیان نہیں۔ الپگیان ہے بلکہ اگیان ہے۔

جبکہ آریہ سماج کے نزدیک مکتی کی حقیقت یہ ہے کہ اگیان کا پردہ جس کی وجہ سے انسان پرماتما سے دُور رہتا ہے وہ وید کے سورج کی روشنی کے ذریعہ دُور ہو جاتا ہے اور تتو گیان حاصل ہو جاتا ہے اور جیو باوجود محدود العلم ہونے کے خدا کے ساتھ ملکر علیم کل ہو جاتا ہے (یہ جینیوں کا خیال ہے مگر آریہ سماج بھی یہی اعتقاد رکھتی ہے) تو پھر یہ جہل کا پردہ کس طرح آجاتا ہے۔ کیا کوئی مہاشہ بتائینگے؟

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے ؛ خطا کرتے ہو باز آؤ یہ کیسا کذب و بہتان ہے

دائمی مکتی پر تو آریہ سماج کو اعتراض ہے کہ اور سورج کی مثال پر بھی آریہ مہاشہ کو اطمینان نہیں بلکہ سورج کی دُھوپ میں بیٹھے ہوئے مبتلاء بخار کو جاڑہ لگنے کی مثال یاد آگئی لیکن افسوس اصل حقیقت جسپر مکتی حاصل ہوتی ہے وہ نظر ہی نہیں آتی۔ حالانکہ سوامی دیانند نے بھی لکھا ہے کہ:۔

اپاسنا کا پھل "اسکا پھل جس طرح سردی سے گھبرائے ہوئے آدمی کی سردی آگ کے نزدیک جانے سے دُور ہو جاتی ہے اسی طرح پرمیشور کی نزدیکی میسر ہونے سے تمام عیب اور دُکھ چھوٹ کر پرمیشور کے صفات فعل اور عادات کی مانند جیو آتما کے صفات۔ اعمال اور عادات پاک ہو جاتے ہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۴)

جیسا کہ اسلام کا عقیدہ ہے مذکورہ بالا حوالہ سے بھی ثابت ہے کہ لقاءِ ربانی جب حاصل ہوتی ہے تو پھر تمام عیب چھوٹ جاتے ہیں اور پاکیزگی آجاتی ہے پس یہ ممکن نہیں کہ باوجود پاکیزگی کے اور قرب الٰی اللہ کے انسان دُکھ میں پھنس سکے۔

پس جبکہ مکتی کا سبب یعنی پاکیزگی انسان کا خاصہ ہو گیا تو مکتی ضرور دائمی ہے۔ اور اگر باوجود پرمیشور کے عادات کی طرح پاکیزہ عادت ہونے کے بھی آواگون کا چکر لگا ہی رہتا ہے تو ماننا پڑیگا کہ مکتی نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہوگی۔

(۶) ہم نے کہا تھا کہ بقول آریہ صاحبان پرمیشور انسانوں کی بد اعمالی کا سخت محتاج ہے نہ انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدی کریں نہ یہ دنیا کی کَل اس پرمیشور سے چل سکے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ایک غلط الزام ہے جو ہم نے آریہ سماج کے ذمہ لگا دیا ہے۔ مَیں یہ تو مانتا ہوں کہ آریہ صاحبان یوں تو نہیں کہتے کہ خدا ان کی بدی کا محتاج ہے مگر ان کے اعتقادات کا لازمی نتیجہ یہی ہے جو ہم نے بیان کیا تھا۔ اور یہ کوئی غلط الزام نہیں ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ جیسے اعمال ہوں ویسا ہی پھل دینا خدا کا کام ہے لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ اگر میرے اچھے اعمال نے مجھے ایک گائے کا مستحق کر دیا تو اب مجھے گائے دینے کے لئے کسی ایسی پاپی برہمنی کی ضرورت ہے یا نہیں جو میرے لئے گائے بن سکے۔ کیونکہ بلا اعمال گائے بنانا ایشور کی طاقت سے باہر ہے۔ لہٰذا وہ ضرور گناہ گاروں کا محتاج ہے۔

یہ کہنا کہ بدی انسان پہلے کرتا ہے پھر اس کو اس کی سزا ملتی ہے درست ہے مگر ایک آریہ یہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کے نزدیک پہلے اور پیچھے کا نام لینا ہی فضول ہے کیونکہ اس کے نزدیک ہر چیز نیکی ہو یا بدی ہو روح وہ سے انادی ہے جس میں تقدم و تاخر کا سوال کرنا ان کے خیال کے مطابق جہالت ہے۔ اس لئے ان کا یہ قول بے معنی ہے۔ بھلا کوئی ایسا زمانہ بھی دنیا پر آیا ہے جبکہ دنیا پر گائے کا وجود نہ تھا۔ اگر نہیں آیا (اور ضرور نہیں آیا کیونکہ آریوں کے قدیم وید میں ان کی اس گئو ماتا کا ذکر موجود ہے) تو پھر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ پہلے بدی ہوئی پھر گئو پیدا ہوئی۔ گئو ماتا بھی ازل سے اور انکے پوت بھی ازلی مگر اپنی بیوقوفی سے ازلی ماتا کو خواہ مخواہ پاپی قرار دیتے ہیں۔ اور مزے سے اس کا دودھ پیکر شکر گذاری کرنے کی بجائے اُلٹا اپنی ماتا پر ہی الزام لگاتے ہیں۔

(۷) اس اعتراض کے جواب میں کہ اگر خدا خالق نہیں تو مالک بھی نہیں کہا گیا ہے کہ دنیا ہمیں یہ خبر نہیں مالک کسے کہتے ہیں پھر بتایا ہے کہ خدا اس جہان کا اس لئے مالک ہے کہ اس نے اسے اپنے علم و حرکت سے بنایا ہے کاش آریہ مناظر جواب دینے سے پہلے سوچ لیتا کہ اسکے جواب کا نتیجہ کیا ہو گا تو وہ ضرور ہمارے زبردست مطالبہ کا ایسا بودا جواب دیکر شرمندگی نہ اٹھاتا۔ سوچو کہ تمہارے نزدیک علم و حرکت کے ذریعہ دنیا بنانے کی وجہ سے خدا دنیا کا مالک ہے تو جن اشیاء کے وجود میں خدا کے علم اور حرکت کا کوئی تعلق نہیں انکا وہ مالک نہ رہا۔ مثلاً کسی روح کا خدا مالک نہیں کیونکہ اس نے اسے بنایا نہیں کسی ذرہ کا وہ مالک نہیں۔ کیونکہ کوئی ذرہ خدا کے علم اور حرکت کا نتیجہ نہیں۔ اگرچہ کال اور دیش درحقیقت کوئی چیز نہیں ہیں پر چونکہ آریہ سماج قائل ہے کہ یہ بھی دو جوہر لطیف ہیں۔ اور لامحدود ہیں اس لئے یہاں کہہ بھی دیں کہ یہ دو تو کوئی وستو نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ خدا ان کا بھی مالک نہیں رہا ہے کیونکہ خدا کے علم و حرکت کو ان سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب مَیں نہیں جانتا کہ خدا کی مالکیت کیا باقی رہی۔ ہمیں حیرانی ہے کہ آستک کہلا کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ناستکوں کی باتیں آریہ سماج کی زبان سے نکلتی ہیں۔ کیا ہی سچ کہا ہے۔ ؎

نہ کیا ہے اور نہ کر سکے پیدا ٭ آریو! کیا خدا ہے ویدوں کا

پہلے تو ہم سمجھا کرتے تھے کہ آریہ سماج کا خدا باوجود خالق نہ ہونیکے بقول آریہ سماج اپنی ازلی پرجا کا راجہ ہے، اور ہم کہا کرتے تھے کہ پرجا تو اس کی محدود ہے اس لئے راجہ کی مالکیّت محدود ہو گئی کیونکہ جیو بھی محدود ہیں اور پرکرتی بھی محدود ہے۔ اور یہی اس کی ازلی پرجا تھی۔ مگر آج معلوم ہُوا کہ وہ اس ازلی پرجا کا مالک ہی نہیں کیونکہ اس نے انہیں بنایا نہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔

گھمار کی مثال بھی آریہ سماج کی طرف سے کچھ معنی رکھتی ہے اور ہمارے جتلانے کی ضرورت نہیں وہ مہاشے ہوشیار ہیں خود ہی سمجھ گئے ہونگے کہ وہ ایشور کو کیا پدوی دیتے ہیں۔ مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایشور گھمار کی طرح بھی مالک نہیں ثابت ہو سکتا۔ دیکھو اگر ہماری زمین ہو اور کوئی گھمار اس میں سے بلا اجازت مٹی کھود کر برتن بنا لیوے تو وہ قانوناً مجرم ہے اس کا برتن بھی چھن جائے گا اور سزا الگ ہو گی۔ اسی طرح جبکہ مٹی خدا کی ملکیّت ہی نہیں تو اس بنائی ہوئی دنیا کا وہ مالک کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ مٹی قدیم سے ہے اور اس کا مالک کوئی نہیں اس لئے خدا نے اسے استعمال کر لیا اور مالک ہو گیا تو پھر یہ مالکیت تو وہی ہے جسے آریہ مناظر تے جائز مالکیت نہیں مانا بلکہ گری پڑی چیز کا کسی کے ہتے چڑھ جانا قرار دیا ہے۔ چلو اسے بھی مالکیّت ہی مان لو مگر یاد رکھو کہ اس صورت میں خدا کی مالکیّت بلحاظ بناوٹ کے ہے جو خدا کے علم اور حرکت سے ظاہر ہوئی ورنہ اصل مادہ جس سے یہ عالم بنا ہے اس کا وہ مالک نہیں ہو سکتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم اپنا میٹریل دیکر کسی شخص سے کوئی چیز بنوالیں تو بنانیوالا بنوائی کا مالک ہے نہ اصل شے کا اور اگر بقول آریہ مناظر اصل شئے کا بھی حق حاصل ہو جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جسقدر معمار ہیں وہ تمام روئے زمین کے مکانوں کے مالک تسلیم نہ کئے جائیں۔

اگر ہم ایک سنار کو سونا دیدیں اور اس کو کہیں کہ وہ اپنے علم و حرکت سے زیور بنا دے اور وہ ایسا ہی کرے اور بعد میں ہم سے سونے کے بھی دام طلب کرے اور بنوائی بھی مانگے تو ہم اسے خیانت مجرمانہ یا قبضہ بالجبر کی سزا کے لئے سرکاری عدالت میں سپرد کر دیں تو ہم حق بجانب ہونگے لیکن اگر راجندر آریہ مناظر اپنی ہم پیشہ قوم کی مدد کیلئے بطور وکیل کھڑا ہو جائے اور یہ دلیل دیکر کہ علم و حرکت سے مالکیت کا حق پیدا ہو جاتا ہے اس سنار کو بچانا چاہے تو عدالت ایسے وکیل صاحب کو کسی ......

...... کی سیر کرائیگی تاکہ وہاں کی ہوا سے اس کا دماغ درست ہو جاوے۔ (باقی دارد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقصدِ مذہب

[یہ وہ مضمون ہے جو کانفرنس مذاہب کے دوسرے اجلاس منعقدہ ۲۷۔ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء میں بمقام لاہور حبیبیہ ہال میں مختلف اہل مذاہب کے سامنے جماعت احمدیہ لاہور (وابستہ مرکز دارالامان قادیان) کے امیر چودھری ظفراللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لانے سُنایا۔ (ایڈیٹر)]

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے اہل مذاہب کو ایسا موقع بخشا۔ کہ وہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو پیش کریں۔ اور ہر ایک مذہب کی سچائی پر غور کریں۔ پھر صلوٰۃ اور سلام حضرت خاتم النبیین پر ہے۔ جنہوں نے مختلف مذاہب کے خطباء کو ایک مجلس میں جمع کرنیکی سُنّت قائم کی۔ پھر رحمتیں اور برکتیں حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء پر ہوں جن کے وقت میں اس سُنّت کا احیاء ہُوا۔ اور جنہوں نے دُنیا کے سامنے مذہبی مقابلے کا محبّت خیز طریقہ پیش کیا۔ جس سے یقین ہے۔ کہ حق دنیا پر غالب آئیگا۔ اور سعید روحیں اُس کی قبولیّت کی توفیق پائینگی۔

اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چونکہ میں قرآن کریم کی طرف سے اُس سوال کے جواب دینے کے لئے کھڑا ہُوا ہوں۔ جو منتظمین کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مَیں قرآن کریم سے ہر ایک امر پیش کروں کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے۔ کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو۔ اور اس کتاب کو الٰہی کتاب سمجھتا ہو۔ وہ ہر ایک بات کا اُسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے۔ اور اپنی ذکاوت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے۔ کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے۔ پس مَیں اپنے تمام مضمون کا انحصار قرآن کریم پر رکھونگا۔ وما توفیقی الّا باللہ (۱)

وہ سوال جس کے متعلق مجھے آج اپنے مذہبی نقطۂ خیال سے کچھ بیان کرنا ہے یہ ہے کہ مذہب کا مقصد کیا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب نہایت مختصر الفاظ میں تو یہ ہے۔ کہ مذہب کا مقصد فلاح اور سعادت دارین ہے، اور تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ انسان پر دو زمانے آتے ہیں۔ اوّل۔ وہ زمانہ جو موت سے پہلے کا ہے۔ اور دوسرا وہ زمانہ جو موت کے بعد آنیوالا ہے۔ تمام اہل مذاہب کے نزدیک ہر دو زمانے مسلّم ہیں۔ اسلام ان ہر دو زمانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقاصد مقرر کرتا ہے جو یہ ہیں (۱) رتبۂ حیوانیت سے انسانیت کی طرف اُٹھانا (۲) رذائل کو دور کرکے فضائل کا جامہ پہنانا (۳) خدا کے رستے کی جستجو لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا (۴) ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبوب بنانا اور اُس کے صفات کا مظہر ٹھیرانا۔ اسی طرح دوسری زندگی کے بھی مقصد ہیں (۱) کامل طہارت (۲) دائمی زندگی (۳) ابدی راحت (۴) رضوان الٰہی

مقصد اوّل :۔ پہلا مقصد جو اسلام کے مذہب کا بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے یہ ہے۔ کہ مرتبۂ حیوانیت سے نکال کر مرتبۂ انسانیت پر قائم کیا جائے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ عموماً حیوانوں میں تمدّن نہیں پایا جاتا۔ اور جن حیوانوں میں ایک قسم کے تمدّن کے آثار پائے جاتے ہیں جیسے چیونٹیوں میں کہ وہ ملکر ایک جگہ رہتی ہیں۔ اور شہر بناتی ہیں۔ اور سردی گرمی کی مناسبت سے غلّہ جمع کرتی ہیں۔ اور آپسمیں مختلف کام تقسیم کر لیتی ہیں۔ کوئی غلّہ کو دریافت کرتی ہیں۔ کوئی غلّہ گھر پہنچاتی ہیں کوئی اس کو صاف کرتی ہیں۔ پھر وہ موسم کے لحاظ سے سردیوں کے لئے گرم مکان۔ اور گرمیوں کے لئے تہ خانے بناتی ہیں۔ زخمیوں کو لانے کے لئے ان میں سے ایک حصّہ مقرر ہوتا ہے۔ بعض دوسرے کیڑوں کو بھی اپنی اور اپنے بچوں کی غذا کے لئے اسی طرح پالتی ہیں۔ جس طرح کہ انسان بھینس اور گائے پالتے ہیں یا جیسے شہد کی مکھیاں ہیں۔ کہ ان میں ایک ملکہ مقرر ہوتی ہے۔ کہ اس کے حکم کے ماتحت سب مکھیاں اپنی غذا کو جمع کرتی اور تقسیم کرتی ہیں۔ اور اس کے کہنے اور اس کی پسندیدگی کے ماتحت اپنے گھر بناتی ہیں یا اسی طرح اور بعض قسم کے جانور ہیں۔ ان سب میں یہ بات نظر آتی ہے کہ گو ان کا تمدّن (۲)
ایک عمدہ قسم کی آرگنی زیشن تو کہلا سکتا ہے۔ مگر اس تمدّن کی بنا اخلاق پر نہیں ہے۔ اور اس امر میں وہ انسانی قابلیتوں اور قوّتوں سے عاری ہیں۔ جب ہم ان کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام طور پر جانور ایک وقتی جذبہ کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اور ان کے کاموں میں کسی لمبے عرصہ کا خیال نہیں پایا جاتا۔ اور نہ جذبۂ طبعی کے سوا کوئی اور محرک پایا جاتا ہے۔ اور جن جانوروں میں ایک حد تک تمدّن ہے۔ تو وہ بھی اپنی بستی اور شہر تک محدود ہے۔ مثلاً چیونٹیوں کی ایک بستی اگر آپسمیں ایک دوسرے کے حقوق کو تلف نہیں کریگی۔ یا ان سے ملکر کام کریگی۔ تو وہ دوسری بستی کے ساتھ ہرگز کسی نیک سلوک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ یا اس کے مال کو ناجائز نہیں سمجھیگی۔ بلکہ ہر ایک چیز جہاں سے بھی اسے ملجائے۔ وہ اس کو جائز سمجھیگی۔ ملکیّت کا یہ وسیع خیال کہ اس کے سوا دوسری ہستیاں بھی اپنی اپنی چیز کی مالک ہیں۔ ان میں نہیں پایا جائیگا۔ جب حیوانات کو بھوک لگے۔ ان کو جہاں سے کوئی چیز ملجائے کھا لینگے۔ جب شہوت کے جذبات جوش میں آئیں۔ جہاں سے ممکن ہو اس شہوت کو پورا کر لینگے۔ اور یہ نہیں کہ ان میں سے بعض افراد بوجہ کمزوری کے ایسا کرتے ہوں۔ بلکہ بحیثیت قوم وہ اس میں کوئی عیب محسوس نہیں کرینگے۔ ان کے کسی جذبے پر عقل کی حکومت نہیں۔ کسی حرکت پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملامت نہیں۔ مذہب کا پہلا مقصد یہ ہے۔ کہ اس حالت سے انسان کو نکالکر انسانیت کا جامہ
اسے پہنائے۔ قرآن کریم اپنے مخالفوں کو ان کی اسی قسم کی حالت کی طرف توجہ دلا کر بتاتا ہے کہ وہ
اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے آیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن
والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اٰذان لا یسمعون
بہا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل اولٰئک ہم الغٰفلون۔ (سورہ اعراف)
والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام والنار مثوًی لہم (سورہ محمدؐ)

ترجمہ۔ بیشک کئی جن و انسان ہمارے پیدا کیئے ہوئے جہنم کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں
لیکن ان سے فہم و فراست کا کام نہیں لیتے۔ آنکھیں ہیں۔ لیکن اُن سے دیکھ کر فائدہ نہیں اُٹھاتے۔
اور کان ہیں۔ لیکن اُن سے سُن کر نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو چارپایوں کی طرح سمجھنا چاہئیے۔
بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ۔ کیونکہ یہ لوگ غافل ہیں۔ جبکہ حیوانات بوجہ عدم قابلیت کے اس حالت میں
مبتلا ہیں۔ یعنی باوجود اس کے کہ ان کو ترقی کرنیوالے دل دیئے گئے۔ جن سے وہ اپنے طبعی جذبات
پر حکومت کر سکتے تھے۔ اور آنکھیں اور کان دیئے گئے۔ جن سے وہ تمام علوم اور تجارب حاصل کر سکتے
تھے۔ لیکن ان لوگوں نے غفلت کی۔ اور لاپروائی کی۔ کہ اپنے ان قویٰ کو چارپایوں کی طرح صرف طبعی (۳)
جذبات کے پورا کرنے میں خرچ کیا۔ پس یہ چارپایوں سے بدتر ہیں۔ کیونکہ چارپایوں نے جو کچھ کیا اپنی
طبعی طاقتوں کے مطابق کیا۔ لیکن انہوں نے اپنی ترقی کے سامانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس حالت
کو اختیار کیا۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو سچے مذہب سے منکر ہیں۔ وہ بھی دُنیا کی اشیاء سے
فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن اُن کا یہ فائدہ اُٹھانا۔ اور کھانا۔ چارپایوں کے کھانے
کی طرح ہے۔ اس لئے آگ ان کا ٹھکانا ہوگا۔ یعنی جس طرح کہ حیوان اپنے طبعی جذبے کے وقت اور
نفسانی خواہش کے موقع پر عقل اور علم سے کوئی فیصلہ نہیں چاہتا۔ بلکہ طبعی جذبے کے ماتحت ہمہ تن
اپنی خواہش کے پورا کرنیکے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ انسان جو مذہب سے منکر ہے طبعی جذبات کے
ماتحت اُس کے تمام کام ہیں۔ سو مذہب کا پہلا مقصد ایسے انسان کو متمدن بنانا۔ اپنے اور بیگانے
کے حقوق بتانا۔ اور اس کے طبعی جذبات پر شریعت اور عقل کی حکومت کو قائم کرنا ہے چنانچہ اس
مقصد کی طرف قرآن کریم کی حسب ذیل آیت میں ارشاد ہے:۔
لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معہم الکتاب والمیزان لیقوم الناس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالقسط (سورہ حدید ع ۳)

ترجمہ۔ بیشک ہم نے پیغمبر بھیجے۔ اور اُن کے ہمراہ کتاب اور عقل عطا فرمائی۔ جس سے مقصد یہ ہے۔ کہ انسان عدل و انصاف پر قائم ہو جائیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ عدل و انصاف پر تبھی انسان قائم ہو سکتے ہیں۔ کہ اُن کے حقوق مقرر کئے جائیں۔ اور طبعی جذبات کو عقل اور شریعت کے ماتحت کیا جائے۔ کیونکہ انصاف کی ضد ظلم ہے۔ اور ظلم دوسرے کے حق کو اپنے لئے یا غیر کے لئے چھین لینے کو کہتے ہیں۔ پس اس مقصد کے پورا کرنے میں وہی مذہب کامیاب ہوگا۔ جو ہر طبقے کے انسانوں بلکہ حیوانوں کے حقوق مقرر کرے۔ اور ان حقوق کو طبعی جذبات سے بچانے کے لئے عقلی دلائل اور حکمتیں بیان کرے۔ جس سے کہ انسان کو تسکین ہو۔ اپنی حد سے انسان کا باہر قدم نہ جاوے۔ اور دوسروں کے حقوق کو برضاء و رغبت ادا کرے۔ قرآن کریم نے اس مقصد کو تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اور ہر ایک قسم کے ظلم کے طریقوں سے روکا ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی اور عدل کے طریق سے دوری اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اس ظلم کو جس قدر اسلام نے دُور کیا ہے۔ اور اس کے لئے جس قدر سعی فرمائی ہے۔ اور کسی مذہب نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔ لَا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم۔ کہ اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھیرا۔ کیونکہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔ عقلاً بھی یہ بات بالکل بدیہی ہے۔ کہ وہ مالک حقیقی جو رُوح اور جسم کا خالق ہے۔ اور جس نے انسان کی ترقی کے لئے اَن گِنت اسباب اور نعمتیں پیدا کی ہیں۔ اُس کے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرنا جو نہ کسی کو بالذات نفع پہنچا سکتا ہے نہ اپنی ذات میں مستغنی ہے۔ بلکہ خود دوسری اشیاء کا محتاج ہے۔ اور اپنے محسن کے احسانوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرنا۔ اور ان کا شکریہ ادا کرنا۔ اور خود محسن کو بھول جانا سب سے بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ ظلم کا بڑا یا چھوٹا ہونا۔ اس حق کے بڑے یا چھوٹے ہونے پر منحصر ہے۔ جس کو تلف کیا جائے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے جو حق بندے پر ہیں ان کا مقابلہ کسی اور ہستی کے حقوق نہیں کر سکتے۔ پس ان حقوق کا نظر انداز کرنا ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور تمدّن کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اور انسانیّت اپنی اصلی شکل کو اختیار کر ہی نہیں سکتی۔ جبتک کہ اس حق کو قائم نہ کیا جائے۔ اور اس کے اتلاف سے روکا نہ جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ باوجود اس امر کے سب سے اہم ہونیکے بہت سے مذاہب نے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اور جنہوں نے توجہ کی بھی ہے۔ تو اس سنجیدگی سے نہیں۔ کہ جس طرح اسلام نے۔

اللہ تعالیٰ کے حق کے قائم کرنے کے بعد دُنیاوی حکومتوں کے فرائض اور ان کے اختیارات کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حد بندی حقیقی تمدّن کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ پس سچے مذہب کا یہ کام ہے۔ کہ وہ اُن اصول کو بیان کرے جن سے تمدّن کی یہ شاخ بھی مکمّل ہو۔ بادشاہوں کے فرائض اور رعایا کے فرائض علیحدہ علیحدہ بتائے۔ اور ہر ایک کو اُس کے فرض کے پورا کرنیکی تلقین کرے۔ قرآن کریم اس فرض کو بھی ادا کرتا ہے۔ چنانچہ سلاطین کے انتخاب کے متعلق اور ان کی اطاعت کے متعلق اور سلاطین کو رعایا کے ساتھ انصاف کرنیکے متعلق یہ ارشاد فرماتا ہے:۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدّوا الامٰنٰتِ الیٰ اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل اِنّ اللہ نِعمّا یعظکم بہٖ اِنّ اللہ کان سمیعًا بصیرًا یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واُولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذٰلک خیرٌ۔ سورۃ نساء رکوع ۸ ع ۱۱۔ ترجمہ:۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ امانت انہیں کے سپرد کرو۔ جو اُس کے اہل ہیں۔ اور یہ بھی حکم دیتا ہے۔ کہ جب تم لوگوں کے درمیان حاکم بنو۔ تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔ اللہ تعالیٰ نہایت اعلیٰ بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سُننے والا دیکھنے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اُن کی اطاعت کرو جو تم پر حکمران ہیں۔ اگر تمہارا آپس میں تنازع ہو تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف تم اُس تنازع کو لیجاؤ۔ اگر تمہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر یقین ہے۔ یہ طریق عمل نہایت اچھا اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔ (۵)

ان آیات میں حسب ذیل اُمور کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اوّل۔ یہ کہ خلفاء و سلاطین و امراء کو انتخاب کرتے ہوئے۔ اور اُن کے حق میں رائے دیتے وقت اُن کی اہلیت اور قابلیّت دیکھ لیا کرو۔ کیونکہ ذمہ واری کے کام نااہل کے سپرد کرنا گویا ان کاموں کو برباد کرنا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ حکومت کا کام سپرد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن پر کسی نے حکومت کرنا ہے یا ان لوگوں کے سپرد ہے۔ جو ان کے نمائندے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ اسلام کے نزدیک وراثتاً بھی حکومت منتقل ہوتی تو یہ کیوں فرماتا۔ کہ حاکم مقرر کرتے ہوئے دیکھ لیا کرو کہ آیا کسی اہل کو ملک کا سردار بناتے ہو یا نااہل کو۔ جو حکومتیں کہ وراثتاً منتقل ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق تو رائے ہی نہیں لی جاتی۔ اور نہ لوگوں پر کوئی ذمہ واری ہوتی ہے۔

دیکھو یہ اصل کتنا پاکیزہ اور کس طرح امن کے قیام کا موجب اور ممد ہے۔ اور انسانی ترقیات کا محرک ہے۔ دنیا میں بہت سے مظالم اسی حق کو جسے اسلام نے اور صرف اسلام نے بیان کیا ہے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی حق کے نہ سمجھنے کی وجہ سے قومیں بہت سی ترقیات سے محروم رہ جاتی ہیں۔ اگر اسلام کے اس حکم کے ماتحت حکومتیں ہمیشہ ملک کے بہترین دماغوں کے سپرد کی جائیں تو یقیناً دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی ہو اور انسان حیرت انگیز سرعت سے ترقی کی طرف قدم مارنے لگے۔ تیسرا امر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ کسی کو افسری یا حکومت یا سلطنت یا خلافت ملے۔ تو اُسے چاہیئے۔ کہ اپنے ہر فیصلے میں عدل و انصاف کو کامل طور پر پیشِ نظر رکھے۔ کیونکہ اسی سے حکومتیں قائم رہتی ہیں۔ اور فساد سے رعایا محفوظ رہتی ہے۔ پھر اپنی صفات سمیع و بصیر کو بیان کرکے بتایا ہے۔ کہ یاد رکھو کہ حاکم کو منتخب کرنا یا رعایا سے سلوک کرنا معمولی معاملات نہیں ہیں۔ جو نظر انداز کر دیئے جائینگے۔ بلکہ یہ بہت وسیع اثر رکھنے والے معاملات ہیں۔ پس ان معاملات کا فیصلہ کرتے وقت یاد رکھو۔ کہ ایک فریادوں کو سُننے والے اور حالات کو دیکھنے والے خدا سے تمہارا معاملہ ہے۔ اگر تم اس کے بندوں پر ایک نااہل حاکم مقرر کروگے۔ یا حاکم حکومت حاصل ہونیکے بعد نامناسب معاملہ کریگا۔ تو خدا تعالیٰ ان کو اس کی سزا دیگا۔ چوتھا امر یہ بتایا ہے۔ کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت بھی واجب ہے۔ کیونکہ اگر واجب الاطاعت امام کی ماتحتی اختیار نہ کیجائے۔ تو وحدت مفقود ہوگی اور قضایا بغیر انفصال کے پڑے رہینگے۔ نظامِ دنیا کے لئے جب تک کسی شخص کے فیصلے کو آخری فیصلہ قرار نہ دیا جائے۔ مقدمات کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتے۔

تمدّن کے قیام کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ سچّا مذہب تدبیر منزل کے اصول بھی بیان فرمائے۔ کیونکہ ان کے بیان کیئے بغیر بھی انصاف اور عدل اور حد بندی قائم نہیں رہ سکتے۔ اور یہی امور ایسے ہیں۔ کہ جو تمدّن کے مقصود ہوتے ہیں۔ پس مذہب کا فرض ہے کہ وہ تمام متعلقین کے حقوق مقرر کرے۔ (۶) باپ ہو تو اولاد کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ بیٹا باپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ بھائی بھائی کے ساتھ کیا معاملہ کرے۔ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے کیا سلوک کرے۔ اور یہ بھی بیان کرے۔ کہ ایک دوسرے کے اموال میں دوسروں کا کیا حق ہے کیونکہ اکثر ظلم اور فساد انہی امور سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور اکثر بہیمیت کے جذبات انہی سوالوں کے حل نہ ہوسکنے کی وجہ سے ہی بھڑکتے ہیں۔

اسلام نے تدبیر منزل کے متعلق بھی تفصیلی اور مکمّل احکام دیئے ہیں۔ چنانچہ احکام بطور مثال ذیل میں درج کیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (۲) وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا (۳) اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (۴) لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (۵) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وان اعمل صالحاً ترضاہ واصلح لی فی ذرّیتی انی تبت الیک وانی من المسلمین

ترجمہ :- اے ماننے والو اپنے نفسوں کو بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی آگ سے بچاؤ۔ تو اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اُس پر استقلال سے قائم رہ۔ مرد عورتوں پر منتظم آفیسر ہیں۔ ایک تو اسلئے کہ خدا نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (یعنی بلحاظ قوّت اور طاقت کے مرد گھر کا اصل محافظ ہوتا ہے پس اس کی رائے آخری ہونی ضروری ہے) اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنے مالوں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور یہ تمدّن کا ایک مسلّمہ اصل ہے۔ کہ مال خرچ کرنیوالے کو خاص حقوق دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ذمہ واری زیادہ ہوتی ہے۔ سو لائق اور شریف بیبیوں کو چاہیئے۔ کہ فرمانبردار رہیں۔ اور پس پُشت نگہبانی کرنیوالیاں بنیں۔ کیونکہ اللہ نے مردوں کے ذریعے سے عورتوں کی حفاظت کی ہے۔ مَردوں کو بھی حصّہ ملنا چاہیئے۔ اُس سے جو والدین اور دیگر قرابت مندوں نے اپنی وفات کے بعد چھوڑا۔ اور عورتوں کو بھی حصّہ ملنا چاہیئے۔ اُس سے جو والدین اور دیگر قرابت مندوں نے اپنی وفات کے بعد چھوڑا۔ یعنی نہ تو سوائے بڑے بیٹے کے باقی مَردوں کو محروم کیا جائے۔ کیونکہ چھوٹے بھی باپ سے وہی نسبت رکھتے ہیں۔ جو بڑا رکھتا ہے۔ اور نہ صرف مَردوں کو ہی وارث قرار دیا جائے۔ اور عورتوں کو محروم رکھا جائے۔ کیونکہ جیسے لڑکے والدین کی اولاد ہیں۔ اسی طرح لڑکیاں بھی والدین کی نسل میں سے (۷) ہیں۔ اور نہ یہ کیا جائے۔ کہ صرف لڑکیوں کو دیا جائے۔ اور مَردوں کو محروم رکھا جائے۔ کیونکہ مرد بھی لڑکیوں کی طرح باپ کی اولاد ہیں۔ صرف بڑے لڑکے کو ورثہ دینا اہل یوروپ کا رواج ہے۔ صرف مَردوں کو ورثہ دینا اہل ہند میں اکثر مروّج ہے۔ صرف لڑکیوں کو ورثہ دینا مالابار اور چین میں پایا جاتا ہے۔ اسلام نے ان تمام ظلموں کو دور کیا ہے۔ اور ہر ایک کے حقوق بیان فرمائے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو یہ تاکیدی حکم دیا ہے۔ کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے سخت تکالیف اُٹھاتے ہیں۔ خصوصاً ماں کہ ایّام حمل اور اوقات وضع حمل میں اسے سخت تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور حمل کا وقت اور دودھ پلانے کا وقت تقریباً تیس ۳۰ مہینے لمبا ہوتا ہے۔ جب انسان اپنی مضبوطی کو یعنی چالیس ۴۰ برس کی عمر کو پُہنچتا ہے۔ (اُس وقت اِسے باپ یا ماں بن کر ماں باپ کی محنت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے) تب اس کے مُنہ سے یہ دُعا نکلنی چاہیئے۔ اے میرے ربّ مجھے توفیق دے۔ کہ مَیں تیری اُس نعمت کا شکریہ ادا کروں۔ جو تُو نے مجھ پر کی۔ اور میرے ماں باپ پر کی۔ اور مجھے توفیق دے۔ کہ ایسے اچھے اعمال کروں جس سے تُو خوش ہو جائے۔ اور میری اولاد میں بھی میرے فائدے کے لئے اصلاح فرما۔ مَیں تیری طرف متوجّہ ہُوا۔ اور مَیں فرمانبرداروں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں سے ہوں۔
ان حقوق کے مقرر کرنے سے اسلام نے انسان جو غیر متمدن حالت میں تھا۔ اُسے متمدن بنا دیا۔ اور عدل و انصاف پر قائم کر کے نیکی ایک شق کو پورا کیا۔ عدل و انصاف چونکہ بدوں حقوق کے ناممکن تھا۔ اس لئے ہر ایک قسم کے انسانوں کے حقوق مقرر کیئے۔ تاکہ وہ حقوق عدل و انصاف کا محل قرار پائیں۔ پھر انسانی افعال کو جذبہ طبعیہ کی حکومت سے نکال کر شریعت اور عقل کی روشنی میں لانے کے لئے انسان کی حالت پر پورے طور پر توجّہ دلائی۔ انسان کے ادنیٰ اور اعلیٰ ہونیکے دونو مقام اس کے سامنے رکھے۔ تاکہ یہ اپنی ترقی کے مقام کو دیکھ کر اُس کی طرف قدم بڑھائے۔ اور قعر ذلت سے مجتنب رہے۔

انسان کی دو متضاد حالتیں

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایک لحاظ سے انسان نہایت نادار اور محتاج ہے۔ اور ضعیف ہے۔ کہ اپنے کسی کام کو اکیلا سر انجام نہیں دے سکتا۔ دوسری طرف یہ ہر ایک چیز پر حکومت کرنے کے لئے طیار ہے۔ اگر عقل کی روشنی سے اور شریعت کی ہدایت سے بیگانہ ہو۔ تو حیوانوں سے بدتر۔ اگر شریعت اور عقل کو اپنا زیور
بنائے۔ تو یہ احکم الحاکمین، ربّ العالمین کا محبوب قرار پائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ۔ لقد خلقنا (۸)
الانسان فی احسن تقویم۔ ثمّ رددناہ اسفل سافلین۔ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لھم اجر غیر ممنون۔ کہ انسان کو ہم نے اُس کی قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کی سرشت پر بنایا ہے۔ پھر یہی انسان ہے۔ جسے ہم ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق سے بھی حقیر بنا دیتے ہیں بجز ایسے انسانوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیئے۔ انکا بدلہ ختم ہونیوالا ہی۔
غرض یہ وسو درست نہ ہوگا۔ کہ امور مذکورہ بالا کے لئے کسی شریعت یا کسی مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ انسان خود ہی ان امور کے متعلق اپنی عقل اور تدبیر سے قانون بنالے۔ بیشک انسان کے اندر عقل اور شعور کی ایک اعلیٰ طاقت پیدا کی گئی ہے۔ لیکن اس کی خواہشات اور طبعی تقاضے اور وہ عادات جو بسا اوقات اس کے ہوش سنبھالنے سے بھی پہلے بد صحبتوں اور جاہل خیر خواہوں اور نادان مربیوں کے ذریعہ اس کو پڑ جاتی ہیں۔ وہ اس کو اوپر کی طرف نہیں جانے دیتیں۔ اور اصلی ترقی کا راستہ تلاش کرنے سے اُسے باز رکھتی ہیں۔ اور حقیقی نیکی کو اس کی نظروں سے چھپا دیتی ہیں۔ اور اس کا ڈھونڈنا اس کے لئے ایسا مشکل کر دیتی ہیں۔ کہ قریب ہے۔ کہ اس کی کمر ٹوٹ جائے۔ یا وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہے۔ پس خدا کا فضل بصورت شریعت اور مذہب جبتک نازل نہ ہو۔ اس امر میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور انسانی زندگی کا یہ شعبہ بالکل ادھورا اور ناقص رہ جاتا ہے۔ اسی کی طرف قرآن کریم میں یوں اشارہ فرمایا ہے۔ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک ورفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب۔ ترجمہ:۔ اے انسان کیا ہم نے تیرا سینہ وسیع نہیں کیا۔ یعنی تیرے اندر ترقی کی قابلیتیں نہیں پیدا کیں۔ اور پھر ہم نے تیرا وہ بوجھ بھی اتار دیا ہے جس سے کہ تیری کمر ٹوٹی جا رہی تھی۔ یعنی حقیقی پاکیزگی اور طہارت کا راستہ جسے تو عادات اور رسوم اور طبعی جذبات کی وجہ سے ناپاکی اور بدی سے بکلی ممتاز اور علیحدہ کرنیکی قابلیت نہیں رکھتا تھا اس کو تیرے لئے ہم نے آپ بیان کر کے تیرا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے تیرے عزّ و شرف کو بلند کیا ہے۔ پس یاد رکھ کہ اگر ان قواعد کی پابندی میں جو تیری ترقی کے لئے بیان کئے گئے ہیں تجھے تکلیف محسوس ہو تو اس تکلیف کے بغیر اصلی آرام بھی نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس تھوڑی سی تکلیف کے بدلہ میں تجھے دو آسانیاں نصیب ہونگی۔ ایک سہولت اس دنیا کی زندگی میں۔ اور ایک سہولت اس زندگی کے ختم ہونے پر۔ اس زندگی میں جو مرنے کے بعد انسان کو عطا ہوگی۔ پس جبکہ ہم نے تیرے سر پر سے یہ بوجھ سیدھے راستہ کے دریافت کرنیکا اتار دیا ہے۔ اور تو اس کام سے بلا دقت کے فارغ ہو گیا ہے۔ تو تجھے چاہیئے۔ کہ اب پورے زور سے اس تیار شدہ راستہ پر چل پڑ۔ اور اپنے رب کی طرف روانہ ہو جا۔

کیا ہی مختصر الفاظ میں شریعت کی غرض۔ اور انسانی زندگی کا مقصد مذکورہ بالا آیات میں بیان کر دیا گیا ہے کہ جس سے بڑھکر الفاظ میں اختصار اور معانی میں وسعت انسان کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ شریعت کوئی بوجھ نہیں۔ بلکہ شریعت کے ذریعہ سے انسان کا بوجھ ہلکا کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔ ترجمہ:۔ اللہ کا منشاء اور ارادہ ہے۔ کہ تمہیں سہولت میسّر آئے۔ اس کا یہ ارادہ نہیں۔ کہ تمہیں کسی تنگی میں ڈالے۔ اللہ تم پر تخفیف کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مذہب کا مقصد اوّل یہ ہے۔ کہ وحشی انسان کو متمدّن بنائے۔ اور کوئی مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو اس مقصد کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور اس کو انسانی عقل پر جو مجرد بغیر وحی الٰہی کی مدد کے اس کام کو نہیں کر سکتی نہیں چھوڑ سکتا۔

اس شبہ کے ازالہ کے بعد اب پھر میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اور بعض دوسری اقسام کے احکام جو اسلام نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے دیئے ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے نزدیک کس قسم کے تمدّن کا پھیلانا مذہب کا مقصود ہونا چاہیئے۔ بتاتا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جسطرح مذہب کا فرض ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے جو حقوق بندوں پر ہیں وہ بتائے اور جسطرح اس کا فرض ہے کہ وہ حکومت کے فرائض اور حکومت کے طریق کے اصول بتائے۔ اور جسطرح اس کا یہ فرض ہے کہ وہ تدبیر منزل کے احکام بتائے۔ کہ وہ بھی ایک حکومت کے اندر حکومت ہے۔ اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ انسان کے ذاتی اعمال کے لئے ایسی روک مقرر کرے۔ کہ جس سے وہ فساد کی طرف سے ہٹ کر نیکی کی طرف مائل ہونیکی قابلیت پیدا کرے۔ یعنی بدعادات اور رسوم سے اسے بچائے۔ اور اس کے طبعی جذبات کے لئے حدبندیاں مقرر کرے۔ تاکہ وہ حیوانی زندگی سے نکلکر انسانیت کو اختیار کرے۔ قرآن کریم اس فرض کو بھی ادا کرتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات بطور مثال میں پیش کرتا ہوں:۔

(۱) وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین (۲) یا ایها الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا۔ (۳) انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله۔ (۴) انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون (۵) والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلك فاولئك هم العادون (۶) قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلك ازکی لهم ان الله خبیر بما یصنعون۔

ترجمہ:۔ کھاؤ اور پیئو۔ اور حد اعتدال سے نہ بڑھو۔ حد سے بڑھنے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا۔ اے انسانو! زمین میں جو چیزیں ہیں ان میں وہ کھاؤ۔ جو حلال ہو۔ پاکیزہ ستھری پسندیدہ ہو۔ اُس نے تم پر مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور جو غیر اللہ کے لئے شہرت دیا جائے حرام کردیا ہے۔ بعض سرکش چاہتے ہیں کہ تم میں عداوت اور بُغض کا بیج شراب اور جوئے کے ذریعہ سے بوئیں اور نماز اور اللہ کی یاد سے تمہیں روک دیں۔ کیا ایسی مضر چیز سے بھی باز آؤگے یا نہیں)۔ ایماندار اپنے شرمگاہوں کی پوری پوری نگہبانی کرتے ہیں۔ سوائے منکوحہ بیبیوں اور لونڈیوں کے کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ کیونکہ جو ان دو کے علاوہ کسی اور کا خواہاں ہوگا وہ حد سے نکل جائیگا۔ یعنی وہ شہوانی جذبہ میں حیوان کی طرح بےقید ہو جائیگا۔ ایمانداروں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کی پاکیزگی کا باعث ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انکے کاموں سے مطلع ہے۔

تمدنی احکام کبھی کامل نہیں ہو سکتے جبتک مذہب ایسے امور میں بھی رہنمائی نہ کرے جن میں بنی نوع انسان کے ان تعلقات کے متعلق احکام ہوں۔ جن پر حکومت کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن جو تمدن کے قیام کے لئے کم ضروری نہیں ہوتے۔ اور اسی طرح انسان کی مخفی قوتوں اور اس کے بدلنے والے حالات کی طرف اس کو توجہ نہ دلائے اور انسان کی طبعی قوتوں کی طرف رہنمائی نہ کرے کیونکہ ان باتوں سے غفلت بھی دنیا میں بہت سے فسادات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیدا کرتی ہے۔ بلکہ حق یہ ہے۔ کہ اس قدر فساد حکومت کو نقصان نہیں پہنچاتا جس قدر قوموں کا ایک دوسرے سے سلوک اور معاملہ فساد پیدا کرتا ہے۔ اور لوگ ان جذبات کے ماتحت انسانیت کو بالکل بھولکر حیوانیت کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اسلام اس مقصد کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر یہ آیات درج کیجاتی ہیں۔ یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰے ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظلمون۔ یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔ (حجرات ع ۲) ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کو بغرض تحقیر تمسخر میں نہ اڑائے کیونکہ گو وہ قوم ایک وقت حقیر نظر آتی ہو مگر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ایسی نشوونما کی قابلیت رکھتی ہو کہ کسی وقت تمسخر کرنیوالی قوم سے بہت بڑھکر ثابت ہو۔ اور نہ ایک جماعت عورتوں کی دوسری جماعت عورتوں کی سے ٹھٹھا کرے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ جماعت جس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ بہتر ثابت ہو۔ (یعنی نہ تو ایک قوم کا مجموعہ دوسری قوم کے مجموعہ سے ٹھٹھے سے پیش آوے۔ اور نہ ایک قوم کے خاص حصے کو دوسری قوم کے خاص حصے پر ٹھٹھا اڑانا چاہیئے۔ کیونکہ ہر قوم کے دوسری قوم سے نہ یہ ضروری ہے۔ کہ تمام افراد افضل ہوں نہ بعض افراد اور نہ کسی قوم سے ترقی کے اسباب کو چھینا گیا ہے۔ کہ وہ کسی وقت بھی دوسری قوم سے بڑھ نہیں سکتی اور نہ لوگوں کی عیب چینی میں مشغول رہو۔ اور نہ دوسرے کے چڑانے کے لئے گندے القاب دو۔ کیونکہ جو شخص مومن اور تائب ہو چکا۔ اس کی نسبت برے القاب کا بولنا اس پر ظلم ہے جو ایسی بدعادات سے تائب نہ ہوگا۔ وہ انصاف سے دور ظالم قرار پائیگا۔ اے ایمان والو بے دلیل خیالات سے بچو۔ کیونکہ بہت سے بے دلیل خیال گناہ کی طرف لیجانے کا باعث ہیں۔ جب بدظنی کرو گے۔ تو دوسروں کے عیبوں کا تجسس کرو گے پس تم تجسس مت کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا کوئی شخص اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کھانیکو پسند کریگا۔ اس کو تم نہ پسند کرو گے۔ سو اللہ کو اپنا سپر بناؤ۔ جو شخص توبہ کرے۔ وہ اس کی توبہ قبول کرنیوالا نہایت مہربان ہے۔

ان آیات میں علاوہ باہمی تعلقات کے خوش گوار بنانے والے احکام کے اس زبردست حکم کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ جو انسانیت کی حقیقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔ (۱) ایک قوم دوسری قوم کے افراد کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ تمام بنی نوع انسان نشوونما کی قابلیت کامل کے ساتھ پیدا کیئے گئے ہیں۔ آج ایک قوم ذلیل نظر آتی ہے۔ کل وہی قوم ترقی کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ تو دنیا کی ترقی کے لئے حیرت انگیز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قربانیاں کر دیتی ہے۔ پس کسی قوم کو اس لئے تباہ کرنیکی کوشش کرنا۔ کہ آج اس کے افراد ذلیل ہیں۔ اور علوم سے بے بہرہ ہیں یا تمدّن میں پیچھے ہیں۔ بسا اوقات دنیا کو اس کی ترقی کے ایک زبردست ذریعہ سے محروم کر دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی زبردست صداقت ہے۔ کہ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالکر دیکھو صاف معلوم ہوگا کہ ایک وقت میں ایک قوم ذلیل سمجھی گئی ہے۔ دوسرے وقت میں وہی علوم کی حامل بن گئی ہے۔ یورپ کے لوگ جو آج علوم کے سرچشمہ بن رہے ہیں۔ ایک وقت ننگے پھر رہے تھے۔ ان میں کوئی تمدّن نہ تھا صنعت و حرفت کا رواج نہ تھا۔ تہذیب و شائستگی کا نام نہ تھا۔ اگر اس وقت ان کو اس وقت کی متمدّن اقوام قتل و غارت کر دیتیں یا قسم قسم کے مظالم سے ان کی ترقی کے راستہ میں روکیں ڈالتیں تو آج دنیا کو ان ترقیات علمیہ و انکشافات جدیدہ کے دیکھنے کا کہاں سے موقع ملتا جو اب ان لوگوں کے ذریعہ سے ظاہر و دریافت ہو رہی ہیں۔ اور اسی کو دیکھ کر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ بالکل ممکن بلکہ اغلب ہے۔ کہ ایک وقت یہی اقوام جن کو یورپین لوگ بوجہ حقارت کالی اقوام کہتے ہیں۔ اور جن کو تباہ کرنے کے لئے وہ اپنی موجودہ ترقی کے غرور سے مخمور ہو کر قسم قسم کی ترکیبیں کرتے ہیں۔ کسی وقت ان موجودہ انکشافات سے بھی بڑھکر انکشافات کریں اور علوم کو پایۂ کمال تک پہنچا دیں۔

غرض اس حکم کے ذریعہ سے اسلام نے انسان کی آنکھوں پر سے ایک پردہ اُٹھا دیا ہے۔ اور اس کے سامنے بنی نوع انسان کی طبعی وحدت اور مخفی قابلیت کا نقشہ کھینچکر محبّت اور سلوک اور تمدّن کی ترقی کے لئے ایک نیا راستہ کھولدیا ہے۔ اور تمام ان مظالم کا سدباب کر دیا ہے۔ جو ایک قوم اپنی وقتی برتری کو دیکھ کر دوسری اقوام پر کرتی ہے اور جس کی شناعت اور قباحت کو بوجہ اس کی شان کے اور دوسری اقوام کی رذیل حالت کے بہت سے لوگ دیکھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ناپاک فعل کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں

مقصد ثانی

دوسرا مقصد مذہب کا یہ ہے۔ کہ انسان کو ردّی اور ناپاک اخلاق سے پاک کرنیکے بعد کہ وہ تمدّن کو تباہ کرنیوالے ہوتے ہیں۔ طیّب اور پاکیزہ اخلاق کی طرف اسے لیجائے کیونکہ جب ہم انسان کی فطرت پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے اندر متمدّن بننے کی قابلیت ہے۔ یعنی اپنے نفس پر وہ ایسا اقتدار رکھتا ہے۔ کہ جس کے زور سے وہ ان روکوں کو دُور کر دیتا ہے جو باہم ملکر رہنے میں مشکلات پیدا کر دیتی ہیں اور تفرقہ اور شقاق کا موجب ہوتی ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر اسکے اندر ایک یہ صفت بھی پائی جاتی ہے۔ کہ وہ دوسروں کی خاطر بلا اس کے کہ ان کا کوئی حق ہو۔ اپنے حقوق کو قربان کر دیتا ہے۔ اور ان کے آگے بڑھانے اور ترقی دینے کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کو بے دریغ پانی کی طرح بہا دیتا ہے۔ یہ حق تمدّن سے بالا ہے۔ اور اخلاق فاضلہ کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان اخلاق کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عمل کرنیوالا گویا ایک رنگ میں خدا تعالیٰ کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور دنیا کا سہارا بنجاتا ہے۔ اور اپنے رب سے ربوبیت مستعار لیکر چھوٹے پیمانے پر اپنی قابلیت کے مطابق اور اپنی قوتوں کی حد کے اندر دنیا کی ربوبیت میں مشغول ہوجاتا ہے۔

اس جذبہ کی موٹی اور طبعی مثال تو وہ سلوک ہے۔ جو ماں باپ اپنے بچوں سے کرتے ہیں۔ کہ وہ بلا ان کے کسی حق کے نہ صرف یہ کہ ان کی زندگی کا سامان بہم پہنچاتے ہیں جو تمدن کا حق ہے۔ ان کی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے لئے بھی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی جان اور اپنا مال سب کچھ قربان کردیتے ہیں۔ اور گو اس جذبہ میں حیوانات بھی انسان کے شریک ہیں۔ کیونکہ چھوٹے سے چھوٹا جانور بھی اپنی اولاد کی زندگی اچھا بنانیکی کوشش کرتا ہے۔ مگر انسان میں اور جانوروں میں یہ فرق ہے کہ جانوروں کے اندر تو یہ جذبہ محض طبعی حد تک ہوتا ہے۔ اور وہ بھی محدود۔ یعنی ان کا یہ تعلق صرف جسمانی رشتوں تک محدود ہوتا ہے۔ اور وہ نیچے سے اوپر کی طرف متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اوپر سے نیچے کی طرف متعلق ہوتا ہے۔ یعنی والدین تو بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ لیکن بچے والدین کی پرورش نہیں کرتے۔ اور بچوں کا والدین کی پرورش کرنا۔ اخلاق کے ماتحت ہوتا ہے۔ نہ کہ تمدن اور طبیعت کے ماتحت اور اسی وجہ سے ایسے والدین دنیا میں نہیں ملیں گے۔ جو بچوں کی پرورش نہ کرتے ہوں۔ لیکن ایسے بچے ملجائینگے۔ جو والدین کی طرف مُنہ بھی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہر حیوان کے اندر خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان۔ یہ طبعی مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی نوع کے قیام کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور اپنی نسل کو بڑھانا چاہتا ہے۔ اور اسی طبعی تقاضے کے ماتحت والدین اپنے بچوں کی پرورش کیا کرتے ہیں۔ گو اور طبعی تقاضوں کی طرح وہ اسکی وجہ کو بھی نہیں جانتے۔ صرف ایک حس اپنے اندر پاتے ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اولاد کے لئے کوئی طبعی تقاضا ماں باپ کی پرورش کا نہیں ہے۔ کیونکہ ماں باپ نیچر کے لئے ان کا جو فائدہ تھا۔ اس کو پورا کرچکے ہوتے ہیں۔ اب نیچر ان کو قائم نہیں رکھنا چاہتی۔ بلکہ مٹانا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں اپنا کام ختم کرچکے۔ اب ان کا وجود دنیا پر ایک بوجھ ہے۔ پس ان کی خدمت کے لئے دل میں طبعی جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور صرف اخلاق ہی ہیں۔ جو ان کی خدمت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جس کی وجہ سے حیوانوں میں تو ماں باپ کی خدمت کا خیال ہی نہیں ہے۔ اور انسانوں میں سے بھی وہی انسان اس امر کا خیال رکھتے ہیں۔ جو اخلاق کی حکومت کے نیچے اپنی گردن ڈال دیتے ہیں۔ اور محض طبعی جذبات یا تمدنی مطالبات کی طرف ہی راغب نہیں رہتے۔

غرض موٹی مثال اس جذبہ کی والدین کا اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت کا خیال کرنا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ یہ خیال ان کا صرف تمدّنی تقاضوں پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر اخلاقی تقاضوں پر اس کی بنا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے طبعی تقاضوں کے پورا کرنے کے بعد زائد قربانی سے اس خدمت کو بجا لاتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی جان اور اپنے مال کو فدا کر دینے میں دریغ نہیں کرتے۔ کئی والدین ہیں جو عمر بھر اپنے بچّوں کی تعلیم اور تربیت کے لئے غربت اور فاقوں میں گزار دیتے ہیں۔ اور تمام آمد اپنے بچّوں کے ذہنی نشوونما کے لئے خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اس قربانی کے بدلے ان کو کسی فائدہ کی بظاہر امید نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ایسے ضعیف ہو جاتے ہیں۔ کہ موت ان کے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ اور ہر وقت وہ اس دُنیا سے رُخصت ہو جانے کے انتظار میں رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ تمدّن کے قواعد کے بنانے کے علاوہ جن کی بنا عدل و انصاف پر ہے۔ مذہب کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔ کہ وہ اخلاق فاضلہ کو بیان کرے جن کی بنا احسان اور ایتاءِ ذی القربا پر ہے۔ اور جیسا کہ میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔ اس اعلیٰ مقام کی قابلیّت بھی انسان کی فطرت کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ اور وہ صرف آسمانی ہدایت اور رہنمائی کی محتاج ہے۔ تاکہ اس کے اندر صحیح حرکت پیدا ہو کر وہ ان ترقیات کے حصول کی طرف متوجّہ ہو جائے۔ جو تمدّن سے بالا ہیں۔ اور اس کے اثرات بھی زیادہ خوبصورت اور زیادہ دیرپا ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علاوہ اس اخلاقی قربانی کی خواہش کے جو والدین کے اندر اپنی اولاد کے متعلق ہوتی ہے۔ اخلاق فاضلہ کی تعلیم کے ماتحت اس تعلق کو وسیع بھی کر سکتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے لئے بلا ان کے کسی حق کے جو عدل کے ذریعہ ان کو حاصل ہوا ہو بطور احسان بھی ان کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ کبھی مروّت کے ذریعہ سے کبھی جان کے ذریعہ سے کبھی مال کے ذریعہ سے۔ اور کبھی یہ تعلّق اور زیادہ پاک اور صاف ہو کر وہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔ کہ اس میں اس کو خاص لذّت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور یہ اس امر کو بھی بھول جاتا ہے۔ کہ میں کسی کا کام بلا حق کے کر رہا ہوں بلکہ احسان کرنے کا مادہ اس کے اندر ایسا پیوست ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے طبعی تقاضوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ترک کر دینا تو بڑی بات ہے۔ یہ اس امر کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ کوئی شخص اسے یہ کہے۔ کہ اپنی جان کو تو لوگوں کے لئے اس قدر تکلیف میں نہ ڈال۔ اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کر۔ کیونکہ یہ بوجہ شدّتِ محبّت اس نصیحت کو بدخواہی سمجھنے لگتا ہے۔ اور جس طرح وہ ماں جسے کوئی نصیحت کرے۔ کہ اپنے بچّے کے لئے اس قدر تکلیف نہ اُٹھا کہیں تو بیمار نہ ہو جائے۔ اس نصیحت کو ناپسند کرتی ہے۔ یہ احسان سے روکنے والوں کو اپنا بدخواہ خیال کرنے لگتا ہے۔ اور اسکو زندگی کی سب خوبی اور اس کا سب حُسن صرف احسان میں ہی نظر آتا ہے۔ یعنی بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے اپنی عمر کو لگا دینا اور انکی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ترقی کے لئے کوشاں رہنا یا دوسرے الفاظ میں خدا کی ربوبیّت کا مظہر ہوجانا۔ اس مقصد کی طرف قرآن کریم نے آیات ذیل میں اشارہ فرمایا ہے:۔ الٓرٰ کتٰبٌ انزلنٰه الیك لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربّھم الی صراط العزیز الحمید۔ ۲ و من کان میتًا فاحییْنٰه وجعلنا له نورًا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمٰت لیس بخارج منھا کذٰلك زیّن للکٰفرین ما کانوا یعملون۔ ولقد ارسلنا موسٰی بآیٰتنا ان اخرج قومك من الظلمٰت الی النور وذکّرھم بایّام الله (پ ۱۳ ع ۱۴) ترجمہ:۔ یہ کتاب ہے جس کو ہم نے تیری طرف اس لئے نازل کیا ہے۔ کہ تُو انسانوں کو اندھیروں سے نور کی طرف کھینچ نکالے۔ اور یہ تیرا کام اُن کے حقیقی مالک اور مربّی کے فرمان کے ذریعہ سے ہو تاکہ وہ اُس راستے کی طرف آ سکیں جو غالب اور لائق ستائش خدا کا ہے۔ بھلا وہ شخص جو روحانی مُردہ ہو۔ پھر ہم اُسے زندگانی بخشیں یعنی اس کے لئے ایسا نور مقرر کریں۔ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا یعنی تمام معاملات سُلجھاتا ہے وہ اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو چاروں طرف سے اندھیروں میں گھِرا ہوا ہے جنہیں چھوڑ کر نہیں نکل سکتا۔ ایسی بُری حالت ان منکروں کی ہے جنہیں بُرے اعمال اچھے دکھائی دیتے ہیں۔ ہم نے موسیٰ کو اپنے نشان دیکر اسی مقصد کے لئے بھیجا تھا کہ اے موسیٰ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے نکالکر نور کی طرف رہنمائی کر اور خدا کے انعام کے دنوں کی انہیں یاد دہانی کر یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے جتنے مذاہب قائم کئے گئے ان کا یہی مقصد تھا۔ کہ انسانوں کو اندھیروں سے نکالکر نور کی طرف لیجائیں۔ اور لوگوں کو اس امر کی طرف متوجّہ کریں۔ کہ وہ اپنی قابلیّتوں اور لیاقتوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔ اور اس شخص کی طرح ہو جائیں جو شمع لیکر آپ ہی راستہ نہیں دیکھتا بلکہ جب اسے کوئی روشنی ملتی ہے تو یمشی به فی الناس وہ لوگوں میں چکّر لگاتا ہے اور سب کو اس روشنی سے حصّہ دیتا ہے اور اپنی زندگی کو لوگوں کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ ایک دوسری جگہ مسلمانوں کی نسبت فرماتا ہے کہ کنتم خیر امّةٍ اُخرجت للنّاس تم اُمّتوں میں سے بہتر ہو۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری زندگیوں اور تمہارے کاموں کو بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے وقف کیا جائے اور تم سے امید کی جاتی ہے۔ کہ تم اپنے نفسوں کو بھولکر محض دنیا کی ترقی اور اس کے ارتقاء کی طرف راغب ہو جاؤ۔

تفصیلی طور پر جو احکام اسلام نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض ذیل میں درج کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ خذ من اموالھم صدقة تطھّرھم وتزکیھم بھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اے نبی تو مالدار لوگوں سے روپیہ لے اور اس طرح ان کے دلوں کو پاک کرے اور باقی حصہ قوم جو گری ہوئی حالت میں ہے اس کو ان مالوں کے ذریعہ سے ترقی دے۔ اسی طرح فرماتا ہے:۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم اور کامل مسلمان وہ ہوتا ہے۔ کہ جو اپنے مال میں ان لوگوں کا حق سمجھتا ہے جو غریب اور مسکین ہیں اور ان لوگوں کا بھی جو گونگے ہیں یا باحیاء ہیں بوجہ حیاء مانگ نہیں سکتے یا جو بے زبان جانور ہیں کہ اپنی حاجتوں کا اظہار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح فرماتا ہے:۔ ومما رزقناھم ینفقون سچے مسلمانوں کا یہ کام ہے کہ ان کو جو نعمتیں ملتی ہیں خواہ وہ جسمانی ہوں خواہ علمی خواہ مالی وہ ان کو لوگوں کے فائدہ کے لئے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح فرماتا ہے:۔ ویطعمون الطعام علےٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً۔ اسلام کی تعلیم پر چلنے والوں کا فرض ہے کہ وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلائیں اور اس طرح کھلائیں کہ اس میں ان سے کسی بدلہ کے متمنی نہ ہوں بلکہ ان کے دل میں کھانا کھلانے اور غرباء کی خدمت کی ایک تڑپ پیدا ہو جائے اور یہ کام ان کو اچھا لگنے لگ جائے۔ خلاصہ یہ کہ مذہب کا دوسرا مقصد لوگوں کو اخلاق فاضلہ کی طرف لیجاتا ہے۔ اور فدائی قربانی اور ایثار کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ جس مقصد کو کہ اسلام نے نہایت خوبی اور عمدگی سے پورا کیا ہے۔ اور اس مقصد کو نمایاں طور پر اپنی تعلیم میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

مقصد ثالث تیسرا مقصد خدا کے رستے کی طلب اور جستجو کو انسانوں کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسان کی زندگی مکمل نہیں ہو سکتی۔ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک ایسے انسان کو پیدا کرے جو اپنی قوت اور طاقت میں اور اپنے علم اور فہم میں لاانتہاء ترقی کا مادہ مخفی رکھتا ہو۔ اور اس کو بہت سی اشیاء پر بلاواسطہ اور دوسری اشیاء پر بالواسطہ حکومت دے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورج اور چاند اور ستاروں کو بھی اس کے کام میں لگا دے اور اس کا بے تنخواہ کا نوکر کر دے اور جو اور اسکے اندر کی چیزیں اور زمین اور اس کے مخفی خزانے اور ہوا اور روشنی اور بجلی اور ان کی پوشیدہ طاقتیں اس کی خدمت میں لگا دے۔ اور ان سے کام لینے کی اسے توفیق دے لیکن اس تمام انتظام اور تمام تدبیر سے اس کی محض یہ غرض ہو۔ کہ انسان اس دنیا میں چند سال کی زندگی بسر کر کے فنا ہو جائے۔ اور کسی ایسے مقام کو نہ حاصل کرے۔ جس کا نتیجہ ابدی زندگی اور غیر محدود ترقیات کی راہوں پر چلنا ہو۔ اگر ایسا ہو تو انسان کی پیدائش بلکہ دنیا کی پیدائش ہی لغو اور عبث ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے منہ سے فرماتا ہے:۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا اے خدا تو نے یہ کارخانۂ عالم عبث اور بلا وجہ نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اس کی وجہ ہے۔ اور وہ وجہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور مقصد یہ فرمایا کہ:۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں نے جن و انس کو صرف اس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ کہ میرے ساتھ تعلق پیدا کریں اور میرے ہو جائیں۔ اور یہی حقیقی مقصد ہے جس کو پورا کرنا ہر ایک سچے مذہب کے لئے ضروری ہے اور اسی لئے اسلام کو نازل کیا گیا ہے۔ اور رسول اسلام کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ(۲) وانک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور (سورہ شوریٰ ع ۵) اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم (فاتحہ) والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (پ ۲۱ ع ۳)

مطلب:۔ تو اپنے رب کے راستے کی طرف بلا حکمت کے ذریعے اور اعلیٰ درجے کے وعظ و نصیحت کے ذریعے یعنی دلائل عقلیہ اور تجارب صحیحہ پیش کرنے کے ساتھ۔ (۲) کیونکہ تو اس سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرنیوالا ہے جو اس خدا کا راستہ ہے۔ جس کے قبضہ قدرت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں
(۱۷) ہیں اور جس کے ہاتھ میں تمام امور کا آخری فیصلہ ہے (پھر اس راستے کی جستجو کے لئے دعا سکھلائی کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ایسے لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ (۳) اور جو لوگ ہمارے تلاش کی کوشش کرینگے۔ ہم ان کو اپنی راہیں ضرور بتائینگے۔

محولہ بالا آیات سے یہ امر ظاہر ہے۔ کہ خدا کی راہ کا تلاش کرنا۔ انسان کے لئے ایک اہم مقصد ہے لیکن انسان کبھی کسی چیز کو تلاش نہیں کرتا جب تک اس کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتا۔ پھر جتنی جتنی وہ چیز ضروری اور اہم ہوتی ہے۔ اتنی زبردست اس کی تلاش ہوتی ہے۔ لیکن انسان کی ضرورتیں بھی مختلف جذبات کے ماتحت ہوتی ہیں۔ مگر جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جو چیز کہ جذبہ محبت کے ماتحت ضروری ہو جائے۔ اس کی تلاش میں انسان نہایت سرگرم اور ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ محبت قلب پر قابو پا لیتی ہے۔ اور قلب تمام جسم کو اپنے ماتحت رکھتا ہے۔ انسان جس چیز سے محبت کرتا ہے۔ اسی کا اکثر ذکر کرتا ہے۔ اور اس کے غیر سے اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ سو خدا کے رستے کی تلاش قرآن کریم نے جذبہ محبت کے ماتحت رکھی ہے۔ اور محبت الٰہی کے مقابلے میں باقی محبتوں کو پیچھے قرار دیا ہے۔ جیسا کہ عبادات میں شرک کو منع کیا ہے۔ اسی طرح محبت میں شرک سے ممانعت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:۔ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین اٰمنوا اشد حباً للہ (بقرہ) ترجمہ:۔ بعض آدمی اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ادنیٰ چیزوں میں سے شریک بناتے ہیں۔ اس طرح کہ اُن سے ایسی محبّت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے محبّت چاہیئے۔ حالانکہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ اُن کی نہایت مضبوط اور غالب محبّت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر خدا کی مخلوق سے محبّت کرتے ہیں۔ تو اُن کی محبّت محض اللہ کیلئے ہوتی ہے۔ سو اللہ کے رستے کی تلاش اس لئے ضروری ہے۔ کہ وہ محبوب حقیقی ہے۔ لیکن چونکہ کئی خدا کی ہستی کے قائل نہیں۔ چہ جائیکہ وہ اُس سے محبّت کریں۔ اس لئے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا جبتک ہستی باری کو ثابت نہ کیا جائے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کی ہستی کے اس کثرت سے ثبوت دیئے ہیں۔ کہ ان کے بعد انسان کو اس کے وجود پر کوئی شک اور شبہ رہتا ہی نہیں۔ اور پھر اس کے وجود کے ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی صفات کا ایسا کامل اور اعلیٰ علم عطا فرمایا ہے۔ کہ جس کو دیکھ کر خدا تعالیٰ سے محبّت اور اس کی جستجو کی خواہش ایک شعلۂ نار کی طرح بھڑک اُٹھتی ہے۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ کسی سے محبّت اُس کے حُسن یا احسان کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے صحیح علم پر اس قدر زور دیا گیا ہے۔ جس میں اور کوئی
(۱۸) کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اُس کے حُسن اور احسان کا ایسا صحیح نقشہ کھینچ دیا گیا ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر انسان ایک منٹ کے لئے بھی اس سے جُدا نہیں رہ سکتا۔ خدا کے حُسن اور احسان کے متعلق قرآن کریم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس میں سے چند آیات بطور نمونہ کے ذیل میں لکھی جاتی ہیں:۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد (اخلاص) (۲) وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا ( ) (۳) اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہٗ ما فی السمٰوات وما فی الارض (۴) الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم۔ مٰلک یوم الدین (فاتحہ) (۵) ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ یسبح لہٗ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم۔ (حشر)

ترجمہ:۔ کہہ دے کہ اللہ ایک ہے۔ یعنی اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بے نیاز کسی کا محتاج نہیں۔ سب اُس کے محتاج ہیں۔ اُس کا کوئی بیٹا نہیں۔ کیونکہ بیٹا فانیوں کا ہوتا ہے۔ اس کا کوئی باپ نہیں۔ کیونکہ وہ ازلی ابدی ہے۔ اور کوئی اس کی شان میں برابری نہیں کر سکتا۔ (۲) حُسن کے صفات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللہ میں ہیں۔ انہی صفات کے ذریعہ اس سے مانگو۔ (۳) اللہ وہ ذات ہے۔ جس کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں وہ ہمیشہ زندہ اور اپنے ماسوا کا سہارا ہے۔ اُس پر نہ کبھی اُونگھ اور نہ کبھی نیند قابو پاتی ہے۔ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ سب اُسی کا ہے۔ (۴) تمام تعریفیں اور خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔ کیونکہ وہی تمام جہان کا پالنے والا۔ پیدا کرنے والا مالک ہے۔ وہ بغیر محنت کے بخشش کرنے والا۔ اور سوال اور محنت پر عطا کرنیوالا۔ اور جزاء سزاء کے وقت کا مالک ہے۔ (۵) اللہ وہ ذات ہے۔ جس کے سوا کوئی ذات لائق محبت اور پرستش نہیں۔ وہ پوشیدہ ظاہر کو جاننے والا۔ وہ نہایت بخشش کرنیوالا مہربان ہے۔ (۶) اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی محبوب نہیں۔ وہی بادشاہ نہایت مقدّس۔ ہمیشہ سلامت غیر متغیر۔ امن دینے والا۔ نگہبانی کرنیوالا ہر ایک امر پر غالب۔ بگڑی کی اصلاح کرنے والا۔ حقیقی بڑائی والا۔ پاک بلند تر ہے اُن سے جن کو وہ شریک ٹھیراتے ہیں۔ وہ اللہ ہی خالق ہے۔ روحوں کو پیدا کرنے والا۔ جسموں کو پیدا کرنے والا۔ شکلیں عطا کرنیوالا۔ ہر ایک خوبصورت نام اُس کا ہے۔ اُس کے بے عیب ہونے کا ذکر زمین و آسمان کی چیزیں کر رہی ہیں۔ غالب حکمت والا ہے۔

خدا نے اپنی طرف بلانے کے لئے ۲ دو طریق اختیار کئے ہیں۔ ایک تو اپنے صفات کے اظہار کیلئے اُس نے جہان کو پیدا کیا۔ اور جہان کی چیزوں میں حُسن اور احسان رکھا۔ جن چیزوں کو دیکھ کر انسان اُسکے خالق کے حُسن اور احسان کا اندازہ لگائے۔

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے ۔۔۔ ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں ۔۔۔ ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

دوسرا ذریعہ یہ کہ انسان کی فطرت میں خاص اپنی ذات کے لئے جذبۂ محبت رکھا ہے۔ ہر ایک انسان کے دل میں ایک محبت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور وہ کسی گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے۔ یہ اسی جذبۂ محبت کا اثر ہے۔ کہ بہت سے لوگ بھول بھٹک کر اُس محبت کو جو محبوب حقیقی کا حق تھا۔ دوسروں پر خرچ کر رہے ہیں۔ پھر جب اپنی بے ثباتی سے وہ اسے داغ جدائی دیکر الگ ہو جاتی ہیں۔ تب دل محسوس کرتا ہے۔ کہ یہ محبت ان فانی چیزوں کے لئے نہیں۔ بلکہ کسی اور شے کے لئے پیدا کی گئی تھی اور جو شخص صحیح طور پر اپنی طبعی ہدایت کی اتباع کرتا چلا جاتا ہے آخر ایک دن اپنے اصلی مقصد کو پا لیتا ہے۔ لیکن خدا نے ان دو ذریعوں پر ہی جو جسمانی عالم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اکتفا نہیں کی۔ اور اپنے بندے کو محبت دیکر سرگردان نہیں چھوڑا۔ بلکہ اگر اُس نے درد دیا ہے تو دوا بھی دی ہے۔ اور جس چیز کا اُس نے عشق لگایا ہے۔ اُس کا راستہ بھی بتایا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب جب بھی انسانوں میں غفلت پیدا ہوتی رہی ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولتے رہے ہیں وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنا کلام لوگوں کو بھولے ہوئے تعلق یاد دلانے کیلئے نازل فرماتا رہا ہے۔ اور اسی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے۔ وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ (پ ۸ ع ۱۲) خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ جس نے اپنا رستہ ہمیں خود بتایا۔ ہم کبھی اس کے رستے کو نہیں پا سکتے تھے۔ اگر وہ ہم کو خود نہ بتاتا۔ عقل انسانی تو انسان کو یہاں تک ہی پہنچا سکتی تھی۔ کہ اس عالم محکم نظام کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ لیکن ہونا چاہیئے اور ہے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہونا چاہیئے شکی بات ہے اور ہے یقین کا مقام ہے۔ محض مشکوک وجود پر کون عاشق ہوتا ہے۔ اور کون محض ظن پر جان و مال و دل قربان کرتا ہے۔ پس یہ مذہب کا فرض ہے۔ کہ وہ لوگوں کے دلوں میں یقین کامل پیدا کر کے سچی جستجو اللہ تعالیٰ کی پیدا کرے جسے محض عقل اور خیالات لوگوں کے پیدا نہیں کر سکتے۔ اگر اس کا کلام نہ ہوتا۔ تو انسانی عقل کا اس پر احسان ہوتا۔ کہ خدا تو گمنامی کے گڑھے میں پڑا ہوا تھا۔ عقلمندوں نے اُسے نکالا۔ اور یہ اخفاء اور انسان کے زور بازو سے اس کا اظہار اللہ تعالیٰ اور بندہ کی محبّت کو ہی صدمہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ انسان کی پیدائش کی اصل غرض کو بھی قریباً مفقود کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا پورا ہونا بالکل محال اور ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلانے کی تدبیر نہ فرمائے۔ (۳۰)

درحقیقت سچے مذہب کا مقصد عظیم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کو بندوں کے قریب کرے اور شکوک و شبہات کو دلوں سے مٹائے۔ اور اسلام اس مقصد کو پورا کرتا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ وہ صفات الٰہیہ کا صحیح علم دیکر انسان کی آنکھوں کو بینائی بخشتا ہے۔ اور اس کی محبّت دلوں میں پیدا کرتا ہے۔ پھر وہ صرف لفظوں تک ہی اپنے اثر کو محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ مشاہدہ کا دروازہ اسکے لئے کھولتا ہے۔ یعنی قبولیت دعا کا دروازہ کھولکر ہر انسان کو اپنی عقل کی آنکھوں سے خدا کے وجود کو دیکھنے کا موقع دیتا اور اس کے القاء کی امید دلا کر اس کی ہمت کو باندھتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون (پ ۲ ع ۷) یعنی اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں۔ کہ وہ کہاں ہے۔ تو اُن کو کہ۔ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے۔ میں دعا کرنیوالے کی دعا سنتا ہوں پس چاہیئے کہ وہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں۔ اور مجھ پر ایمان لاویں۔ تا کامیاب ہوویں۔

انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے۔ کہ جو چیز حاصل نہیں۔ اُس کے حصول کیلئے کوشش کرنی اور اگر ملنے سے ملجائے تو مانگ لینا۔ خدا اپنے حصول کا ذریعہ دعا بتلاتا ہے۔ اور دعا انسان کے لئے ایک فطرتی امر ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مذہب کی اصل غرض اُس سچے خدا کا پہچاننا ہے۔ جس نے اس تمام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عالم کو پیدا کیا ہے۔ اور اُس کی محبت میں اُس مقام تک پہنچتا ہے۔ جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے۔ اور اُس کی مخلوق سے ہمدردی کرتا ہے۔ اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہنتا ہے۔ لیکن مَیں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ غرض اس زمانہ میں بالائے طاق ہے۔ اور اکثر لوگ دہریہ مذہب کی کسی شاخ کو اپنے ہاتھ میں لیئے بیٹھے ہیں۔ اور خدا کی شناخت بہت کم ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے زمین پر گناہ کرنیکی دلیری بڑھتی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ جس چیز کی شناخت نہ ہو۔ نہ اُس کا قدر دل میں ہوتا ہے۔ اور نہ اُسکی محبت ہوتی ہے۔ اور نہ اُس کا خوف ہوتا ہے۔ تمام اقسام خوف اور محبت اور قدردانی کے شناخت کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے۔ کہ آجکل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے۔ اور سچے مذہب کے مقاصد میں سے یہ ایک عظیم الشان مقصد ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اُسکی پہچان کے وسائل مہیا کرے۔ تا انسان گناہ سے رُک سکے۔ اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پاکر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے۔ اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے۔

مقصد رابع

چوتھا مقصد مذہب کا یہ ہے۔ کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے ایسا مضبوط رشتہ (۲۱)
قائم کرے۔ کہ گویا وہ اُس کا مظہر ہو جائے۔ اور اُس کی تمام صفات کو اپنے اندر اپنے ظرف اور قابلیت کے مطابق جذب اور اخذ کرے۔ اس مرتبہ کو اسلامی اصطلاح میں محبوبیت کا مقام کہتے ہیں۔

ایک ادنیٰ غور سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کہ انسان کے اندر جس طرح محبت کا جذبہ مخفی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح محبت کیئے جانے کی خواہش بھی اس کے اندر پیدا کی گئی ہے۔ اور انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے۔ تو اس کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ اور اس کے اندر طبعی تقاضا ہوتا ہے۔ کہ اس کا محبوب اس کی محبت کے جواب میں اس سے محبت کرے۔ اور اس کو اپنے قرب میں جگہ دے اور اس سے اظہار ملاطفت کرے۔ اور محبت سے کلام کرے۔ اور ہمدردانہ سلوک کرے۔ اور جبکہ تمام مذاہب اس امر پر متفق ہیں۔ اور عقلاً بھی یہ بات ثابت ہے۔ کہ انسان کی پیدائش کی غرض اور مذہب کا مقصد یہ ہے۔ کہ انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کی طرف رجوع پیدا کیا جائے تو یہ بھی ساتھ ہی ماننا پڑیگا۔ کہ اس محبت کے جواب میں خدا تعالیٰ کی محبت کا دروازہ کھولنا بھی مذہب کا فرض ہے۔ ورنہ ایک طرف آگ لگا دینا۔ اور دوسری طرف اس کا جواب نہ پیدا کرنا۔ تو ایک عذاب ہے اور یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہ مذہب کا بس اتنا ہی مقصد ہے۔ کہ ایسی آگ لگادے۔ جو کبھی بجھائی نہیں جائیگی۔ اور ایک ایسی خواہش پیدا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کردے۔ جو کبھی پوری نہیں کی جائیگی۔ اور ایک ایسی منزل کا راستہ دکھادے۔ جہانتک پہنچنا کبھی ممکن نہ ہوگا۔ اگر مذہب کا یہ مقصد ہو۔ تو مذہب سے زیادہ منحوس اور برباد کرنے والی اور تباہ کن اور کوئی شئے نہیں ہو سکتی۔

الغرض ماننا پڑیگا۔ کہ سچے مذہب کے مقاصد میں سے ایک یہ مقصد بھی ہونا چاہیئے۔ کہ وہ انسان ہی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت اور اس کے ملنے کی تڑپ ہی پیدا نکرے۔ بلکہ وہ ایسا راستہ بتائے۔ جس پر چلکر انسان کو خدا کی محبّت بھی حاصل ہو جائے۔ اور وہ اس کی ملاقات سے مسرور ہو۔ اور اس کے کلام سے خوشوقت ہو۔ اور اس کی محبّت کا مزہ چکھے۔ اور اس کی عنایت سے حصّہ لے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ ہاں اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو جائیگی۔ تو یہ درست نہیں۔ اگلے جہان میں ملاقات اصل مقصد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اوّل تو عاشق صادق اُدھار پر خوش نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اس کا کیا اعتبار ہے۔ کہ اگلے جہان میں خدا کسی سے خوش ہو جائیگا۔ اس قدر خواہش اور تڑپ پیدا کرنیکے بعد صرف ایک امید موہوم کا پیدا کرنا ہنسی اور تمسخر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کی کوئی قدر نہیں کی جا سکتی۔ پس سچے مذہب کا فرض ہے۔ کہ وہ اسی دنیا میں تشنہ کام عشق کو لقاء کا جام پلائے۔ اور اپنے پیارے کی زیارت سے مشرّف کرے۔ اور اُس کے قرب میں لیجا کر جگہ دے۔ جو مذہب اس مقصد کو پورا نہیں کرتا وہ ہرگز دنیا کے لئے رحمت نہیں۔ بلکہ لعنت ہے۔ وہ شفا نہیں بلکہ بیماری ہے دوا نہیں بلکہ درد ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ اسلام اس مقصد کو پورا کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔ قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ و یغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ (پ ۳ ع ۱۲) کہدے اے لوگو! اگر تم خدا سے محبّت کرتے اور اس کے عاشق زار ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ یعنی مذہب اسلام کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ تو خدا تمہیں اپنا محبوب بنا لیگا۔ اور تمہارے عیبوں کو تم سے ہٹا دیگا۔ کیونکہ اللہ نہایت پردہ پوشی کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا۔ کہ انسان کو محض محبّت الٰہی کے پیدا کرنے پر قناعت نہیں چاہیئے۔ بلکہ اس کے لئے ابھی محبوبیّت کا درجہ باقی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی پیروی سے اسے دیا جائیگا۔ اس بیان پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جو شخص محبوبین الٰہی میں داخل ہو جائے۔ اُس سے کیا آثار صادر ہوتے ہیں۔ اور کن علامات سے وہ شناخت کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس مقصد کے حصول کی کوئی علامات ہونی چاہئیں۔ ورنہ منہ سے تو ہر شخص کہ سکتا ہے۔ کہ میں یہ کچھ دے سکتا ہوں اور وہ کچھ دے سکتا ہوں۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا اس نے واقع میں کسی کو کچھ دیا بھی یا نہیں۔ اگر اس کا ثبوت نہ دیا جائے۔ تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماننا پڑیگا۔ کہ یہ مقصد صرف خود غرضی کے طور پر کھڑا کیا گیا ہے۔ تاکہ دوسرے مذاہب پر اپنی فوقیت کو ثابت کیا جائے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ اوّل تو ہم عقلاً ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بغیر اس مقصد کو پیش نظر رکھنے کے کوئی مذہب سچائی کا دعویدار ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ اس امر کے بھی ثبوت موجود ہیں۔ کہ اس مقصد کو مذہب پورا کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام اس مقصد کو پیش بھی کرتا ہے۔ اور اس مقصد کو پانیوالے کی علامتیں بھی بتاتا ہے جنمیں سے بعض ذیل میں درج ہیں۔

خدا کے محبوبوں کی شناخت اور علامات

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ محبوبان الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خدا تعالیٰ کے حضور میں قرب پاتے ہیں۔ درجہ قبولیت انہیں عطا ہوتا ہے۔ لیکن اُن پر واجب نہیں ہوتا۔ کہ وہ اپنے آپ کو تمام لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ اور نہ لوگوں پر واجب ہوتا ہے۔ کہ اُن کی کامل جستجو اور کامل پیروی کریں۔ ان کو اولیاء اللہ کے اسم سے عُرف اہل اسلام میں موسوم کیا جاتا ہے۔ ہاں ان کی صحبت مغتنمات سے ہے۔ سلوک کے منازل طے کرانے میں ان کی پیروی نہایت مفید ہے۔ انکی معیت (۲۳) خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ان کی علامت اور ان کی صحبت اختیار کرنے کے متعلق قرآن مجید نے حسب ذیل آیات میں ارشاد فرمایا ہے:۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ الذین امنوا وکانوا یتقون لهم البشریٰ فی الحیوٰة الدنیا وفی الاخرة لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک هو الفوز العظیم (پ ۱۱ ع ۱)۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداوة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عینٰک عنهم ترید زینة الحیوٰة الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطا (پ ۱۵ ع ۱۶) ترجمہ:۔ پوشیدہ نہ رہے۔ کہ خدا کے پیاروں کو نہ خوف ہے۔ اور نہ وہ غمگین رہتے ہیں۔ یعنی اپنے نفس پر کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہوتا۔ غیروں کی تکالیف کا خوف اور غم اُن کا شعار ہوتا ہے۔ اپنے نفس میں مطمئن ہوتے ہیں۔ غیر کی اصلاح کے لئے متفکر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایماندار ہوتے ہیں۔ اور پرہیزگار ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بشارت ہوتی ہے۔ دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ خدا کے قانونوں کو کوئی ٹلا نہیں سکتا۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ جن میں سے بعض اس دنیا میں واقع ہوتی ہیں۔ اور بعض آخرۃ کے متعلق ہوتی ہیں۔ یہ اس واسطے کہ ان کی کرامت ظاہر ہو اور ان کی صحبت اختیار کرنے کے لئے مریدین کے ہاتھ میں دلیل ہو۔ اور باندھ دے اپنے نفس کو ان لوگوں کے ہمراہ جو اپنے ربّ کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صبح اور شام اس لئے پکارتے ہیں۔ کہ اسی کے چہرے یعنی توجہ کے وہ طلبگار ہیں۔ اور تیری آنکھیں ایسے لوگوں سے اِدھر اُدھر نہ ہٹیں دنیاوی زندگی کی زیبائش کے لئے ایسے شخص کی اطاعت نہ کر جس کے دل نے ہم سے ایسی نفرت کی ہے۔ کہ اپنی یاد سے اُسے غافل کر دیا ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کریگا اور اس کا امر میانہ روی کے خلاف ہوگا۔ یعنی اپنے نفس کو ان کی صحبت میں رکھنے کے لئے مجبور کرو۔ جو صبح شام خدا کو پکارتے ہیں۔ جیسے خدا کا پکارنا ان کی تغذا ہے۔ اور مقصد ان کا دنیاوی نہیں۔ بلکہ خاص اسی کی رضاء اور اسی کی توجہ کو چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر میسر آویں۔ تو انہیں ایسا محبوب بنانا چاہیئے۔ کہ انسان اپنی آنکھیں ان سے علیحدہ نہ ہونے دے۔ اگر انسان ایسے لوگوں کی صحبت کو چھوڑیگا۔ تو پھر یہ دنیا میں اکیلا تو نہیں رہ سکتا۔ غافلین کی صحبت کو اختیار کرنا پڑیگا۔

دوسری قسم محبوبان الٰہی کی انبیاء اور رُسل ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مقرر کیئے جاتے ہیں۔ مخلوقات پر ان کی شناخت اور ان کی پیروی واجب ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے حضور میں مقبول ہو کر اس لئے مبعوث کیئے جاتے ہیں۔ کہ دیگر بندگان خدا کو خدا کا رستہ دکھائیں۔ اور جیسے یہ خود محبوب بنے ہیں دوسروں کو بھی محبوب بنائیں۔ ان کی علامتیں تین ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ ان کے لئے اپنی غیرت دکھلاتا ہے۔ اور زور آور حملوں سے ان کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اس بارہ میں قرآن کریم نے حسب ذیل آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔ (۲۴)

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز۔ (پ ۲۸ ع ۳) کذبت قبلھم قوم نوح والاحزاب من بعدھم وھمت کل امۃ برسولھم لیأخذوہ وجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق فاخذتھم فکیف کان عقاب۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون۔ (پ ۲۳ ع ۹)

ترجمہ:۔ یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے مقابلہ میں تندی اختیار کرتے ہیں اور شدید مخالفت کرتے ہیں۔ یہ نہایت ذلیل لوگوں میں شامل کیئے جائینگے۔ کیونکہ خدا نے یہ بات لکھدی ہے۔ کہ میں اور میرے رسول غالب آئینگے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔ یعنی خدائے غالب کے جو یار ہیں وہ بھی غالب آئینگے۔ زمانہ حال کے لوگوں سے پہلے نوح کی قوم نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور ان کے بعد اور بھی بڑے بڑے طاقتور گروہوں نے ہمارے رسولوں کے جھوٹا ثابت کرنیکی کوشش کی اور ہر ایک قوم نے اُس پیغمبر کے متعلق جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا بہت زور لگایا۔ کہ اُسے پکڑ لیں۔ اور بڑی بڑی مکاریوں کے ساتھ انہوں نے رسولوں کے ساتھ لڑائی کی تاکہ سچائی کو جھوٹا کر دیں۔ آخر میں نے ہی ان سب مخالفوں کو گرفتار کیا۔ پھر دیکھو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔ (پ ۲۴ ع ۶) ۲ع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ نہایت پکّی بات ہے۔ کہ ہم نے اپنے پیغمبر بندوں کے لئے یہ قانون پہلے سے باندھ دیا ہے۔ کہ یقیناً وہی ہاں وہی مظفّر و منصور ہونگے۔ اور یہ ہمارا لشکر ہے جو غالب آکر رہیگا۔

دوسری علامت یہ کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے علم غیب سے حصّہ دیتا ہے۔ اور کمال قدرت کے اظہار کے لئے ان کے ہمراہ نشان دیتا ہے۔ اور خود ان کے لئے گواہ بنتا ہے۔ اور خاص طور پر ایسے پیغمبروں کی جو تکمیل ہدایت یا تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے مبعوث کیے جائیں۔ جان کی حفاظت کرتا ہے۔ کہ کوئی مخالف ان کے قتل پر قادر نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس بارہ میں قرآن مجید کا حسب ذیل ارشاد ہے۔

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول (۲) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن یجتبی من رسلہ من یشاء فاٰمنوا باللہ ورسلہ (۳) ویقول الذین کفروا لست مرسلا قل کفی باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب (۴) قل ادعوا شرکاءکم ثم کیدون فلا تنظرون۔ ان ولیّ اللہ الذی نزل الکتاب وہو یتولی الصالحین (۵) قال سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطٰناً فلا یصلون الیکما۔ باٰیاتنا انتما ومن اتبعکما الغالبون (۶) یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (پ ۶ ع ۱۴)

ترجمہ:۔ عالم الغیب خدا اپنے غیب پر کسی کو غلبہ نہیں بخشتا مگر انہیں کو جو اس کے برگزیدہ پیغمبر ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا تمہیں مصفّی غیب پر مطلع ہونیکا موقعہ دے۔ مگر ان کو موقع دیتا ہے جو اسکے برگزیدہ رسول ہیں پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ کافر لوگ کہتے ہیں۔ کہ تو پیغمبر نہیں تو کہدے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔ اور اہل علم بھی گواہ ہیں۔ ان کو کہدے کہ تم اپنے تمام شریکوں اور مددگاروں کو میرے مقابل میں بلا لاؤ۔ اور ہر ایک تدبیر سے مجھے ہلاک کرو اور مجھے مہلت ہی نہ دو۔ میرا محافظ اللہ ہے۔ جس نے کہ اس کتاب کو اُتارا ہے۔ اور وہی صالحین کا نگہبان ہے۔ چنانچہ موسیٰ سے بھی یہی فرمایا۔ کہ ہم تیرے بازو کو۔ ۔ ۔ ۔ تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کرینگے۔ اور تمہارے لئے ہم قدرت کا نشان مقرر کرینگے۔ کہ تمہاری گرفتاری اور قتل پر وہ قادر نہ ہوسکینگے۔ ہمارے نشانات کے ساتھ تم دونو اور جو تمہارا پیرو ہوگا۔ غلبہ حاصل کروگے۔ اے پیغمبر پہنچا دے۔ جو نازل کیا گیا ہے۔ تیرے رب کی طرف سے اگر تو ایسا نہ کرے تو خدا کے پیغام کو تو نے نہ پہنچایا۔ اور انسانوں کی شر سے اللہ تیری حفاظت کریگا۔

قرآن کریم نے جو علامات بیان کی ہیں۔ ان کی صداقت پر زمانہ گواہ ہے۔ کیا ان واقعات کو کوئی تاریخ سے محو کر سکتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے ایک ایسی قوم پاس آیا جو فرعون کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظلم سے اپنی قومی ہستی کو بکلی کھو چکی تھی۔ اور اپنی زندگی کے خیالات بکلی اپنے ذہن سے فراموش کر چکی تھی۔ لیکن گو ظاہری سامان حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں کوئی نہ تھا۔ خدا کے قہری نشانوں اور زور آور حملوں نے فرعونیوں کی طاقت کو برباد کیا۔ اور یہ صدا بنی اسرائیل کے کان میں تھوڑے ہی عرصہ میں پہنچا دی کہ یا بنی اسرائیل قد انجینا کم من عدوکم کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تمھیں تمہارے دشمنوں سے نجات دی۔

اسی طرح کیا کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے حالات کو محو کر سکتا ہے۔ کہ لاکھوں فرعونوں کا مقابلہ پیش آیا۔ لیکن باوجود بے سامانی کے تمام فرعونوں کو خشکی میں غرق کر دیا۔ اور ان تمام علامات کو آپ کی زندگی میں ہی خدا تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر ظاہر کیا۔ اگر ان واقعات کو کوئی نادان تاریخی مبالغہ قرار دیتا ہے تو کیا زمانہ حال کے واقعات سے آنکھیں بند کر سکتا ہے۔ اس زمانہ میں دہریت کا دَور دورہ اور مذہب سے بکلی لاپروائی ہو چکی تھی۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو تعلیم جدید کے خیالات کے اثر سے متاثر ہو کر مصلحت آمیز دروغ باف قرار دیا جا رہا تھا۔ پس خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام سے اس امر کے ثابت کرنیکے لئے کہ مذہب اسلام
(۲۷) ہاں صرف مذہب اسلام اس مقصد عظیم کو جو مذہب کی جان اور اس کی روح ہے پورا کرتا ہے
اور انسان کو خدا تعالیٰ کی محبوبیت کے درجے پر پہنچاتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کو نبی اور رسول کرکے ارسال فرمایا۔ اور جس طرح کہ اس نے اپنے پاک کلام کے ذریعہ سے انبیاء سابقین کی مانند اس کے لئے نشانات دکھانے کے وعدے کیئے تھے۔ ان وعدوں کو پورا کرکے دکھایا۔ اور اسی طرح کیا جس طرح کہ اس نے کہا تھا۔ کہ دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دیگا۔ یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس۔ خدا تیری حفاظت کریگا۔ اگرچہ لوگ تیری حفاظت نہ کریں۔ دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ اس خدا کے محبوبؑ کی کتنی مخالفت ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ گو ابتدا میں ہلال شب اول کی طرح اس کی روشنی کو لوگوں نے شناخت نہ کیا۔ لیکن آج تمام برّاعظموں اور جزائر میں اس کے ایسے عاشق زار پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ وہ کوئی دن رات اس پر درود پڑھنے کے بغیر نہیں گزارتے

اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم

تیسری علامت یہ کہ وہ خدا کے صفات کے مظہر ہوتے ہیں۔ یعنی ان کے ذریعے سے خدا تعالیٰ کی صفات دنیا کے سامنے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور انسانوں پر ان صفات کا ایسا پرتَو پڑتا ہے۔ کہ وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان صفات کے مظہر بنکر تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس علامت کی تفصیل آیات ذیل میں جناب الٰہی نے فرمائی ہے۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

ترجمہ۔ اللہ کی پاکیزگی کا بیان کر رہی ہیں اور کرینگی۔ تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اس کی اِس ستائیش کے ساتھ کہ وہ اللہ بادشاہ ہے تمام نقصوں سے پاک وہ غالب ہے حکمت والا۔ اُسی نے بھیجا ہے۔ ایک رسول اَن پڑھ یعنی عرب لوگوں میں جو خدا کے نشان اور دلائل اُن پر پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ تعلیم دیتا ہے۔ ان کو کتاب اور شریعت کی اور سکھاتا ہے اُن کو کامل دانائی۔ یقیناً تھے یہ لوگ اس سے پہلے کُھلی گمراہی میں اور مبعوث کریگا وہ دوسروں کو جو ہیں تو انہی میں سے لیکن ابھی تک ان سے ملے نہیں اور وہ عزت والا حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو ۲۷)
اپنا فضل فرمائے وہ بہت ہی بڑا فضل ہوتا ہے۔

ان آیات میں انسانوں کو خدا کے صفات کے مظہر بنانے کا اثبات اس طرح کیا ہے۔ کہ پہلے بطور دعوےٰ کے یہ بیان کیا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں خدا کی تسبیح کے ساتھ اسکی مدح کر رہی ہیں۔ اور خصوصیت سے اس کی چار صفات کا ان میں غلغلہ ہے اور وہ چار صفات خدا کا ۱ بادشاہ ہونا ۲ قدوس ہونا ۳ غالب ہونا ۴ حکمت والا ہونا ہیں مگر چونکہ اس بیان پر یہ سوال وارد ہوتا تھا۔ کہ زمین و آسمان کی اشیاء کی تسبیح بدیہیات میں سے نہیں ورنہ کوئی اس سے منکر نہ ہوتا خصوصاً جبکہ قرآن کریم نے بھی عام لوگوں کے فہم سے اس امر کو بالا قرار دیا ہے جیسے فرمایا وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہٖ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم۔ (پ۱۵ ع ۵) ہر ایک چیز اسکی تعریف کے ساتھ اسکی تسبیح کر رہی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اس سوال کا یہ جواب مفصلۂ ذیل طریق پر دیا۔

دنیا میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ جس لطیف امر کے سمجھنے سے لوگوں کے ذہن قاصر ہوں۔ اُسے موٹا اور مادّی پیرایہ دیکر اور مثالوں سے یا تشبیہوں سے سمجھاتے ہیں۔ مثلاً خیال ایک لطیف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چیز ہے جب تک وہ دماغ میں ہو اُسے نہ کوئی آنکھ تاڑ سکتی ہے۔ اور نہ کوئی کان سُن سکتا ہے۔ پس اسے دو کثیف لباسوں میں سے ایک پہننا پڑتا ہے۔ یا تو اس خیال کو سیاہ لباس پہنا کر حروف کی صورت میں سفید کاغذ پر جما کر آنکھوں کے ذریعے سے دوسرے شخص کے فہم میں پہنچایا جاتا ہے یا الفاظ اور آواز کا لباس دیکر ہوا کی سواری کے ذریعے سے کانوں تک اور وہاں سے دماغ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ دنیا کے ذرّہ ذرّہ کا خدا تعالیٰ کی تسبیح کرنا ایک مخفی امر تھا۔ اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی مثال دیکر سمجھایا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارا بروز کامل ہو کر ہماری صفات کا مظہر ہو گیا ہے اس کے وجود سے تم معلوم کر سکتے ہو۔ کہ کس طرح ہر ایک چیز ہماری تسبیح کر رہی ہے۔ چنانچہ اپنی صفات کا ذکر کرکے فرماتا ہے :۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا کہ اس خدا نے جس کی تسبیح اور تعریف ہو رہی ہے۔ اُمّی لوگوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ عرب لوگ وہ تھے۔ کہ جن پر کسی مذہب کا اثر نہیں تھا۔ وہ عام تمدّن کے اصولوں سے بھی ایسے گرے ہوئے تھے۔ کہ ان میں کوئی انتظام یا سلطنت نہ تھی۔ اور نہ اُن میں پاکیزگی تھی۔ اور نہ اُن میں عزّت و حکمت کا کوئی نشان تھا وہ ان خوبیوں سے بالکل (۲۸) عاری صاف تختے کی طرح تھے۔ سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی صفات ان میں پیدا کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ چنانچہ آیات مذکورہ بالا میں جو چار صفات بیان کی ہیں۔ ان میں سے پہلی صفت یعنی الملک کے مقابلہ میں رسول کریمؐ کا کام یتلوا علیھم اٰیاتہ رکھا۔ یعنی وہ خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے نشانات کو بحیثیت بادشاہ کے نائب ہونیکے پڑھکر سُناتے ہیں۔ القدّوس کے مقابلے میں آنحضرتؐ کا دوسرا کام یزکّیھم بیان فرمایا یعنی آپ اپنی تعلیم اور فیض صحبت اور دُعا اور توجّہ سے ان کے تمام گند دھو کر القدوس کا مظہر بنائیں۔ صفت العزیز کے مقابلے میں تعلیم کتاب کو رکھا ہے کیونکہ جیسے جہالت تمام ذلّتوں کی ماں ہے ویسے علم تمام عزّتوں کا اصل ہوتا ہے کہ وہ العزیز کے مظہر بن سکیں۔ پھر چوتھی صفت الحکیم کی مظہریت کی طرف والحکمۃ کہکر اشارہ فرمایا یعنی یہ لوگوں کو خدا کی حکمت سے حصّہ لیکر حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو لوگ ہستی باری اور اس کی صفات کے منکر تھے۔ ان کو یہ سمجھایا کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعے سے یہ عرب جاہل کندہ ناتراش بادشاہ اور پاک اور عالم اور حکیم بن جائیں تو پھر تم یہ امر تسلیم کرو گے یا نہیں کہ جس خدا کے نام پر محمد رسول اللہؐ کھڑے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوئی۔ واقعہ میں وہ الملك۔ القدوس۔ العزیز۔ الحکیم ہے۔ اور باوجود تمام روئے زمین کے جبّاروں ظالموں کی مخالفت کے اس بے سامان قوم کا اعلیٰ پایۂ ترقی پر پہنچ جانا اس امر کی دلیل ہے۔ یا نہیں کہ ہر ایک چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے۔ کیونکہ انسان تو ان کے مخالف تھے۔ پھر یہ کیوں کامیاب ہوئے۔ اس لئے کہ زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ ان کی تائید میں تھا۔ پھر اس پر یہ سوال ہوتا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا یہ اثر تو ان لوگوں پر تھا جن کا زمانہ آپ کے زمانہ سے ملا ہوا ہے لیکن جو لوگ آخری زمانے میں پیدا ہونگے۔ اور بسبب بُعد زمانہ کے وہ ان صفات کے مظہر نہ بن سکیں گے۔ تو پھر دنیا خدا کی ذات اور اسکی صفات کا مظہر بننے کے لئے کونسا ذریعہ اختیار کریگی۔ اسکا جواب و اٰخرین منھم کہکر دیدیا یعنی یہ کہ یہ رسولؐ ہر زمانہ کے لوگوں کو تعلیم دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ ایک زمانہ کے لوگوں کو بالمشافہ تعلیم دیتا ہے۔ اور دوسرے زمانوں کو اپنے نائبوں کے ذریعہ سے تعلیم دیگا اور اس طرح اسکے ذریعہ سے یہ مقصد عظیم جو مذہب کا ہے۔ کہ لوگ خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہوں اسکی محبّت کو جذب کریں ہمیشہ پورا ہوتا رہیگا دنیا کے مار بیٹھ جا ہینگے۔ گو انہیں بیچھے پھینکیں اور کچلیں۔ لیکن خدا ان کو کھیت کی طرح بڑھائیگا۔ اور اپنے فضل عظیم سے انکی آبپاشی کریگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے اس امر کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم واقعی اپنے شاگردوں کو خدا کی صفات کا مظہر بنانے کیلئے آئے۔ اور جس نے آپکی پیروی کی۔ وہ خدا کا محبوب بنا فالحمد للہ علٰی ذٰلك۔ یہ چار مقصد تو مذہب کے ایسے ہیں کہ جو اس مذہب کی پیروی کرے اسکے لئے حسب استعداد ان مقاصد میں کامیابی ضروری ہے۔ اور یہ مقاصد انسان کی اس زندگی کو دوسری زندگی کے لئے تیار کر دیتے ہیں۔

مقصد خامس | پانچواں مقصد مذہب کا یہ ہے۔ کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں انسان کو بامراد کامیاب مظفر و منصور بنائے۔ اس مقصد کا حصول بعد الموت چار باتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اوّل۔ ہر قسم کے عیبوں اور گناہوں کے میلان سے پاک کیا جانا۔ دوسرا دائمی زندگی۔ تیسرا دائمی راحت۔ چوتھا اپنے آقا اور محبوب حقیقی کی دائمی رضامندی۔ چنانچہ اس امر کیلئے قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے:۔

وسقٰهم ربهم شرابا طهورا۔ واما الذين سعدوا ففي الجنة خٰلدين فيها ما دامت السمٰوات والارض الا ما شاء ربك عطاء غير مجذوذ۔ ورضوان من الله اكبر ذٰلك هو الفوز العظيم۔ ولقّٰهم نضرة وسرورا۔

ترجمہ:۔ اور ان کا رب انکو نہایت پاک کرنیوالا شربت پلائیگا۔ بہر حال جو سعید ہیں وہ جنت میں رہینگے۔ ہمیشہ کی زندگی ان کو اس میں ملیگی۔ جب تک کہ زمین و آسمان رہینگے۔ مگر جو تیرے رب کی مرضی ہو۔ بہر حال یہ بخشش ایسی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ اور خدا کی رضامندی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور خدا انکو چہروں کی تر و تازگی اور قلب کا سرور عطا فرمائیگا۔ یعنی نجات اور راحت دائمی ہوگی۔ یہ نہ ہوگا۔ کہ ایک مدّت تک خوشی اور راحت دیکر کمبختی غذاب سی باہر نکالدے لیکن چونکہ اس دنیا میں جو مقاصد مذہب پیش کرتا ہے اسکے متعلق مجھے تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ دنیا تو اس دنیا کا نتیجہ ہے۔ جو ہمیں خدا کو پا گیا وہ اگلے جہان میں بھی کامیاب ہوگیا۔ حاصل یہ کہ مذہب کا مقصد یہ ہے۔ کہ وحشی کو متمدن انسان اور متمدن کو اخلاق فاضلہ سے متصف انسان اور اخلاق فاضلہ سے متصف انسان کو باخدا انسان اور باخدا کو دائمی زندگی اور دائمی راحت پانیوالا انسان بنا دے۔ اور یہ مقصد صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے اور اسلام ہی کے ذریعہ سے یہ مقاصد انسان کو مل سکتے ہیں اور ملتے ہیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد ...

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چالیس ہزار روپیہ تین ماہ کے اندر جمع ہو جائے

{حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک اعلان شائع فرمایا ہے۔ جو تمامہ بوجہ رسالہ چھپ جانے کے درج نہیں کیا جا سکا۔ اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔ امید واثق ہے کہ احمدی اپنے امام کی تحریک پر لبیک کہینگے۔ (ایڈیٹر)}

"علاوہ ملکانہ تحریک اور ہندوؤں میں تبلیغ کی تحریک کے جرمن مشن۔ بخارا مشن۔ اچھوت قوموں میں تبلیغ اور ان کی تعلیم کے اخراجات ایسے ہیں۔ جو معمولی چندوں سے پورے نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے لئے بھی خاص چندہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اس سال جلسہ گاہ کی تیاری۔ مہمانخانہ کی وسعت اور افریقہ کی جماعت کو جو اب بیس ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے تین ہزار کے قریب روپیہ بطور امداد دینا ضروری ہے۔ تا کہ وہ سکول اور لیکچر گاہ تیار کریں۔۔۔ مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم کے پس ماندگان کی واپسی کا سوال بھی درپیش ہے۔ ان تمام ضرورتوں کے لئے چالیس ہزار کے قریب روپیہ کی علاوہ ماہواری چندوں کے ضرورت ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلصین اس رقم کو باسانی پورا کر سکتے ہیں۔

چونکہ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ تمام احباب اس تحریک میں یکساں حصہ لیں۔ اس لئے میں نے اس رقم کے جمع کرنیکے لئے ایک تجویز کی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس تحریک پر عمل کر کے ہماری جماعت کے دوست اس رقم کو بہت جلد پورا کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام احمدی علاوہ ماہوار چندوں کے اپنی ماہوار آمد کا ایک تہائی حصہ اس سال ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یکمشت دیدیں۔ ان علاقوں میں جہاں مربعے ہیں۔ یہ انتظام کیا جائے۔ کہ ہر زمیندار علاوہ اپنے مقررہ چندہ کے فی مربعہ ۲۵ روپیہ اس تحریک میں دے اور کل زمیندار اپنے حصہ کی رقم کو دو فصلوں پر بھی ادا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ ماہوار آمدنی رکھتے ہیں۔ وہ بھی ایک مہینہ سے لیکر تین مہینے تک اپنے حصہ کی رقم پوری کر سکتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ تمام جماعتوں کے امیر اور سیکرٹری اس تحریک کے پہنچتے ہی اپنے علاقہ کے احمدیوں سے پوری طرح اس تحریک میں حصہ لینے کی تحریک کرینگے۔ اور اس امر کو دیکھینگے کہ کوئی احمدی اس تحریک سے باہر نہیں رہتا۔"

مدرسہ احمدیہ کی نئے سال کی جماعت بندی یکم اپریل کو ہوگی۔ اپنے بچوں کو دینی خدمات کیلئے تیار کرنے اور علوم دینیہ و مروجہ سے بہرہ یاب بنانے کے لئے کم از کم پرائمری کا امتحان پاس کرا کے یہاں بھجوا دیں۔ پرائمری سے زیادہ قابلیت کے لڑکے مناسب کلاس میں داخل کیے جائینگے۔ اخراجات بورڈنگ کا تخمینہ درجہ سوم کے لئے دس روپے ماہوار ہے فیس مدرسہ معاف۔ نصاب تعلیم و دیگر امور متعلقہ کی تفصیل کے لئے پراسپکٹس منگوا لیں۔ خط و کتابت بنام ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان ۔